ظہور الٰہی بن حاجی میاں محمد صاحب

رسالہ موسومہ

رسومات محرم

اور

تعزیہ داری

از قلم

مورخ اسلام علامہ محمود احمد صاحب عباسی طاب اللہ ثراہ

الناشر

مکتبہ فاروق اعظم چک ۵ ۱۲-۱۴ ایل

ڈاکخانہ خاص براستہ کسووال

ضلع ساہیوال

عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com
www.sadaislam.com
www.zekr.tv
www.kalemeh.tv
www.ahlehaq.org/hq
www.islamhouse.com
www.eeqaz.com
www.tauheed-sunnat.com
www.islamic-forum.net
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.kitabosunnat.com
www.muhammadilibrary.com
www.islamqa.info/ur
www.quran-o-sunnah.com
www.deeneislam.com
www.nadwatululama.org

رسوماتِ محرم

اور

تعزیہ داری

از قلم

مؤرخِ اسلام علامہ محمود احمد صاحب عباسی طال اللہ بقاہ

الناشر

مکتبہ فاروقِ اعظم چک ۵ ... ڈاک خانہ خاص براستہ کسووال ضلع ساہیوال

المرشد

زیر سرپرستی حضرت العلام ... اللہ یار خان

اصلاح احوال باطنی

سالانہ چندہ تیس روپے ۳۰

فہرستِ مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک (اردو)	۲۵/۰۰	خدایا ایں کرم بار دگر کن	۷/۵۰
صوفی ازم (انگلش)	۴۰/۰۰	دیار حبیب میں چند روز	۵/۰۰
حیات برزخیہ	۲۵/۰۰	دین و دانش	۵/۰۰
تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	۲۵/۰۰	مغالطے	۵/۰۰
الدین الخالص	۲۵/۰۰	پاکیزہ معاشرہ	۷/۵۰
حیات انبیاء	۱۰/۰۰	فضائل توبہ استغفار	۲۰/۰۰
الجواب حسب	۱۰/۰۰	المرشد (فی شمارہ)	۳/۰۰
تعمیر سیرت	۷/۵۰	حج کی دعائیں ۳ حصے	۵/۰۰
لغزش	۷/۵۰	ذکر اللہ (عربی)	۳/۰۰
حضرت امیر معاویہؓ	۷/۵۰	بزم تخم	۱۵/۰۰
اسرار الحرمین	۵/۰۰	فوز عظیم	۱/۵۰
انوار التنزیل	۵/۰۰	علم و عرفان مع تلاش راہ	۳/۰۰
کس لئے آئے تھے؟	۵/۰۰	سالانہ چندہ المرشد	۳۰/۰۰
تعارف	۳/۰۰	کونوا عباداللّٰہ زیر طبع	

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ الحسنات منزل چکوال ... کتب خانہ ...

نوٹ: تعزیہ کی تاریخی اور شرعی حیثیت کا مضمون ملاحظہ ہو
ماہنامہ نغمۂ توحید گجرات جلد ۲۱، شمارہ ۹، ۱۰

صرف اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے مطالعہ و استفادہ کیلئے

رسوماتِ محرم
اور
تعزیہ داری

احادیث نبویہ، احکامات شرعیہ، اقوال بزرگان دین اور
فتاوی مفتیان شرع متین کی روشنی میں

مع ضمیمہ:
ماتم حسینؓ کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟ (مختصر تاریخی حالات)

الناشر مکتبہ فاروق اعظم چک ۵/۱۴ ایل ڈاکخانہ خاص براستہ کسووال
ضلع ساہیوال

قیمت اعلیٰ کاغذ ۱/۷۵ نیوز کاغذ ۱/۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسوماتِ محرم وتعزیہ داری

رسوماتِ محرم وتعزیہ داری اور "ماتم حسینؓ" کے بارے میں روافض و فرقہ شیعہ کے عقائد وخیالات وجذبات واعمال جوکچھ بھی ہیں اس رسالہ میں ان سے نہ کچھ بحث ہے اور نہ کوئی تعرض وتنقید، یہ رسالہ تو محض برادرانِ اہلسنت خصوصاً سنی عوام کے اصلاحِ خیال اور درستیٔ اعمال کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے۔ علمائے اہلسنت والجماعت کراچی کے متفقہ فتاویٰ کے علاوہ جو آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے بزرگانِ دین وسلفِ صالحین کے بعض ارشادات مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے رسالہ "محرم وتعزیہ داری" سے جو نصف صدی پہلے شائع ہوا تھا، برادرانِ اہلسنت کی مزید واقفیت واستفادہ کی غرض سے اول پیش کئے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رسالہ "محرم وتعزیہ داری" کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"شریعت اسلام میں حادثۂ کربلا کی یادگار قائم رہنے کی بابت کوئی ہدایت موجود نہیں اور نہ حضرات صحابہؓ وتابعین نے واقعۂ کربلا کی بناء پر عاشورا میں کوئی تقریب کسی قسم کی قائم کی، رفتہ رفتہ عہدِ رسالت سے جتنی دوری ہوتی گئی جہاں اور بہت سی رسوم بیرونی اثرات کی بنا پر مسلمانوں میں شامل ہوگئیں وہاں محرم کے نام سے بھی ایک خاص تقریب کا اضافہ ہوگیا۔ احادیث نبویؐ، آثارِ صحابہؓ، اقوالِ سلف صالحین کہیں سے اس رواج کا پتہ

تین ساڑھے تین سو سال تک کے زمانے میں نہیں چلتا، البتہ یہ واقعہ تاریخوں میں درج ہے کہ ایک عباسی خلیفہ کے ایک مشہور ذی اثر شیعی وزیر معز الدولہ نے ۳۵۲ھ میں شہادتِ امام حسینؓ کی یادگار منانے کے لئے یوم عاشورا کو مقرر کردیا، اسی وزیر کے حکم سے اسی سنہ میں جامع مسجد بغداد پر صحابہ کرامؓ پر (نعوذ باللہ) لعنت لکھی گئی، پس اہل سنت کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عاشورا کو بطور یوم ماتم قرار دینا ان کے ہاں کے کسی بزرگ کے حکم کی تعمیل نہیں، بلکہ یہ ایجاد ایک شیعی وزیر سلطنت کے دماغ کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اودھ میں شیعی سلطنت چونکہ عرصہ تک قائم رہی اس لئے قدرتاً یہاں کے سنیوں کے تمدن ومعاشرت میں شیعیت کے اجزا بکثرت شامل ہوتے اور تعزیہ داری کا رواج بھی یہاں کے اہلسنت میں بہت پھیل گیا، کوئی دستور جب پرانا ہوجاتا ہے تو عوام اسے اپنے مذہب واعتقاد کا جزء سمجھنے لگتے ہیں، یہی صورت رسم تعزیہ داری سے متعلق بھی ہے، جن آبادیوں میں صحیح مذہبی تعلیم نہیں پھیلی ہے اور لوگ شریعتِ اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف ہیں وہاں قدرتاً یہ رواج بہت سختی سے پھیلا ہوا ہے۔ ؏

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد

اکابر اہلسنت میں امام غزالیؒ کا قول ہے کہ ذکر شہادت مجلس میں بیان کرنا ناجائز ہے کہ اس سے خواہ مخواہ بعض صحابہ کرامؓ کی جانب سے دل میں بغض وعناد پیدا ہوتا ہے۔ اور تقریباً یہی رائے شاہ ولی اللہؒ کی بھی ہے، ابن حجر مکی، حضرت مجدد سرہندیؒ اور شیخ عبدالحق دہلویؒ نے بھی بدعاتِ محرم پر پرزور الفاظ میں لکھا ہے اور متاخرین میں شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی و مولانا عبدالحی فرنگی محلی ومولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مستقل ومفصل فتاویٰ تعزیہ داری ودیگر مراسم محرم کی شدید ممانعت میں موجود ہیں، ان کے علاوہ تقریباً پچھتر علمائے موجودہ کے فتاوے بھی آگے ملاحظہ سے گذریں گے اس فہرست میں، دیوبند، فرنگی محل، ندوہ، بریلی، بدایوں، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، بھوپال، بنگال، پنجاب سب کہیں کے علمائے کرام کے اسم گرامی نظر آئیں گے۔ ان تمام

فتاوی پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ مختلف عقائد و خیالات کے عالموں میں سے کسی ایک صاحب نے بھی تعزیہ داری اور اس کے مراسم متعلقہ کے لئے جواز نہیں دیا بعض نے ناجائز لکھا ہے، بعض نے مکروہ تحریمی اور اکثر نے حرام و حرام مطلق اور شرک، یہ سارے اختلافات اصطلاحی ہیں بہر صورت اس رسم کے مذموم اور قابل ترک ہونے پر سب کا کامل اتفاق ہے برادران اہلسنت سے التماس ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام فتووں کو غور سے پڑھیں اور اگر توفیق خداوندی ساتھ دے تو ان پر خود عمل کریں اور اپنی بستی کے دوسرے بھائیوں کو عمل پر آمادہ کریں۔

احادیث نبویہ ماتم و سرکوبی وغیرہ کی مذمت میں!

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ۔ (صحیح بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماتم میں منہ پیٹا، گریبان پھاڑا اور اہل جاہلیہ کی طرح واویلا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ہماری امت سے نہیں۔

(۲) دوسری روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلعم نے

انا بری فمن حلق و صلق و خرق (رسالہ محرم و تعزیہ ص۳۷)

جو اپنے بال غم میں منڈوائے، نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے اس سے میں بیزار ہوں

(۳) لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ (ابوداؤد)

نوحہ جس نے پڑھے اور جس نے سنے اس پر رسول اللہ صلعم نے لعنت کی ہے،

(۴) نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ خوانی کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۵) ارشاد نبوی ہے، لعن اللہ من زار بلا مزار۔

ارشاد نبوی ہے کہ جس نے زیارت کی ایسی قبر کی جس میں نعش یعنی مردہ نہ ہو،

وہ ملعون ہے تعزیہ ایسی ہی قبر کی طرح ہے! (کتاب السراج بروایت خطیب)

(۶) من احدث حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا و لا عدلا (رواہ الطبرانی)

جس نے کوئی نئی بات دین میں نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ قبول ہوگی اس سے عبادت فرض نہ نفل

بزرگان دین کے فرمودات

ارشاد امام غزالیؒ:-

یحرم علی الواعظ و غیرہ روایۃ مقتل حسین و حکایۃ ما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج علی البغض الصحابۃ والطعن فیھم و ھم اعلام الدین تلقی الائمۃ الدین عنھم روایۃ و تلقینا عنھم فالطاعن فیھم طاعن فی دینہ (احیاء العلوم و صواعق محرقہ)

واعظ ہو یا کوئی اور اس کے لئے مقتل حسینؓ کے واقعات بیان کرنا حرام ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ میں جو باہمی مشاجرہ و تنازعہ ہوا اس کو بھی بیان نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ یہ باتیں صحابہؓ کے بارے میں بغض و طعن پر ابھارتی ہیں، حالانکہ صحابہ کرامؓ دین کے علماء ہیں ائمہ نے دین انہیں سے سیکھا ہے اور ہم نے اسے ائمہ سے حاصل کیا ہے پس صحابہ کرامؓ پر طعن کرنیوالا دراصل اپنے ہی دین پر طعن کرتا ہے

ارشاد شیخ الشیوخ عبدالقادر جیلانیؒ

ولو جاز ان یتخذ یوم موتہ یوم مصیبۃ لکان یوم الاثنین اولی

اور اگر یوم وفات حسینؓ کو یوم ماتم قرار دینا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار تو دوشنبہ کا دن ہے

بذالك اذ قبض الله تعالیٰ نبیه محمدا صلی الله علیه وسلم وكذالك ابوبكر الصدیق قبض فیه

کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمدؐ کی وفات کرائی اور اسی دن ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوئی (غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۸ ج ۲)

ارشاد ابنِ حجر مکیؒ

وایاه ثم ایاه ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضة من الندب والنیاحة والحزن اذ لیس ذلك من اخلاق المؤمنین والا لكان یوم وفاته اولی بذلك

خبردار! خبردار!! کہ عاشوراء کے دن رافضیوں کی بدعتوں میں کوئی مبتلا ہو اور نہ گریہ وزاری آہ و بکا کرے نہ غم و الم کا اظہار کرے کیونکہ یہ مسلمانوں کی خصلت نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو جس دن آپکی (حضورؐ کی) وفات ہوئی وہ دن اس سلوک کا زیادہ مستحق تھا:

ارشاد امام ابنِ تیمیہ شیخ الاسلام

بدعة الحزن والنوح یوم عاشوراء من اللطم والصراخ والبكاء والعطش وانشاد المراثی وما یفضی ذلك من سب السلف ولعنهم حتی یسب السابقون الاولون وتقرأ اخبار مصرعه الحسینؓ التی كثیر منها كذب وكان قصد من سن ذلك فتح باب الفتنة والفرقة بین الامة (منهاج السنة جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

عاشوراء کے دن ماتم و نوحے کی بدعت جو منہ پیٹنے واویلا مچانے اور روتے دھوتے اور مرثیے پڑھنے سے منائی جاتی ہے سلف کی بدگوئی اور لعنت ملامت پر حتیٰ کہ السابقون الاولون کی دشنام دہی تک لے جاتی ہے حضرت حسینؓ کے واقعہ کے بیان میں بہت زیادہ جھوٹ ہوتا ہے جس کسی نے اس رسم کو جاری کیا اس کا مقصد امت میں فتنہ و تفرقہ کا باب کھولنا تھا۔

ارشاد شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

طریقہ اہل سنت آنست کہ دریں روز (عاشوراء) از مبتدعات فرقہ رافضیہ مثل ندبہ و نوحہ و عزا و امثال آں اجتناب کنند کہ آں نہ از داب مؤمناں ست والا روز وفات پیغمبر صلعم اولی و احری بآں بود (شرح سفر السعادت)

اہل سنت کا دستور یہ ہونا چاہیئے کہ روز عاشوراء کو فرقہ رافضیہ کی نکالی ہوئی بدعتوں مثلاً مرثیہ و ماتم و نوحہ وغیرہ سے اجتناب کیا جائے کہ یہ کام مؤمنوں کی شان کے لائق نہیں، ورنہ غم و الم کا سب سے زیادہ حقدار تو خود پیغمبر صلعم کا یوم وفات تھا۔

ارشاد شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی

اس زمانہ میں جو خرابیاں ہمارے واعظوں میں پیدا ہوگئی ہیں ان میں سے ایک خرابی ان کا نہ تمیز کرنا درمیان موضوعات اور غیر موضوعات (کے قصوں) کے ہے اور ان ہی قصوں میں کربلا کا قصہ بھی ہے۔ (القول الجمیل)

ارشاد شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی

تعزیہ بنانا ناجائز ہے اور بنانے والا اس کا فاسق ہے (کمالات رحمانی صفحہ ۱۴۷) آپ نے مسجد میں عبادت خدا کا عزم کیا تو مسجد کی بغل میں تعزیہ بھی رہتا تھا آپ نے جوش شریعت میں آکر اس میں آگ لگادی (صفحہ ۲۲) تعزیہ داروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ فاسق و جہنمی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۶)

سابق علمائے کرام اہلسنّت کے متفقہ فتوے!

فتویٰ شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی

(۱) عشرہ محرم میں تعزیہ داری اور ضریح و تصویر وغیرہ بنانا جائز نہیں اس لیے

کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ زینت اور لذتوں کو ترک کیا جائے اور صورت رنجیدہ و غمگین بنائی جائے، یعنی سوگوار عورتوں کی طرح پیٹا جائے، مرد کے لئے ایسی کوئی صورت شریعت سے کہیں ثابت نہیں ہوتی اور تعزیہ داری جیسی کہ بدعت کرنے والوں نے نکال رکھی ہے اسی طرح ضریح، تصویر، قبور اور علم وغیرہ سب بدعت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اس قسم کی بدعت نہیں جس کا مواخذہ نہ ہو بلکہ بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ کی بابت حدیث میں وارد ہے کہ دین میں نئی بات نکالنا بدترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (یہ روایت مسلم کی ہے) اور جو شخص ایسی بدعت نکالتا ہے اس کی بابت یہ حکم ہے کہ یہ بدعت اسے لعنتِ خداوندی میں گرفتار رکھتی ہے اور اس کی عبادت خواہ فرض ہو یا نفل مقبول نہیں ہوتی۔

(۲) یہ تمام چیزیں یعنی تابوت و تعزیہ کی زیارت کرنا، اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ کہنا اور پڑھنا یا سننا اور فریاد و نوحہ اور سینہ کوبی و ماتم ناجائز ہیں۔ کتاب السراج یخطیب سے حدیث منقول ہے کہ فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت ...... فریاد و نوحہ و سینہ کوبی وغیرہ سب حرام ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص پچھاڑیں کھائے یا بلند آواز سے روئے یا اپنا گریبان چاک کرے، وہ ہم میں سے نہیں، نیز یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنا منہ پیٹا یا اپنا کپڑا پھاڑا یا جاہلیت والوں کی طرح پکارا (واویلا کیا) وہ ہم میں سے نہیں۔ (رسالہ محرم صفحہ ۵۵ و ۵۶)

فتویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی (لکھنؤ)

اس سوال کے جواب میں کہ تعزیہ بنانا اور علم رکھنا اور سینہ کوبی کرنا اور مالیدہ و شربت سامنے تعزیہ کے رکھنا اور اس پر نذر دینا اور اس کو تبرک جان کر

کھانا اور پینا اور یوم عاشورا کو ہمراہ تعزیہ کے ننگے سر جانا اور بعد دفن تعزیہ تیسرے روز سوم کرنا مثل سوم مردہ کے اور اس میں اول قرآن خوانی کرنا اور پھر مرثیہ پڑھنا اور الائچی دانے تقسیم کرنا یہ امور واجب ہیں یا سنت، بدعت ہیں یا حرام اور ممنوع اور انکار کرنے والا کیسا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں اور مرتکب ان کا مبتدع اور فاسق ہے (رسالہ محرم صفحہ ۴۶)

فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس سوال کے جواب میں کہ مجلس غم حضرت حسینؓ کی مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

یہ فتویٰ تحریر فرمایا کہ غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے اور غم کے رفع کرنے کا ہے، تعزیہ و تسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسینؓ کا ذکر مجمع کرکے سوائے اس کے کہ مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے لہٰذا عقد مجلس کا درست نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱)

نیز بجواب سوال دیگر ارشاد ہوا، ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا فی الحدیث نہیٰ عن المراثی (الحدیث) اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہے تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام میں کرنا، اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو یہ بدعت ضلالہ ہے، علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے۔ اس پر طعن کرنا فسق ہے، فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۴۴، ۴۵)

دیگر اکابر علماء کے فتوے:

ایک استفتا کے ان سوالوں کے بارے میں کہ:-

(۱) آیا تعزیہ داری از روئے شریعت اسلام میں جائز ہے؟ (۲) حضرت حسینؓ کا نام لے کر ماتم کرنا، نوحہ پڑھنا، سینہ کوبی کرنا، ضریح براق و تابوت بنانا ان پر روشنی کرنا، علم و ذوالفقار اٹھانا، ڈھول تاشہ بجانا، سبیل لگانا۔

(۳) اور ان مراسم پر روپیہ صرف کرنا (۴) ان مراسم کی حمایت میں مسلمانوں
خود آپس میں لڑنا اور اس ہنگامہ وجدال کو فی سبیل اللہ سمجھنا کس حد تک درست
ہے ؟ (۵) آیا اسلام نے کسی نبی ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم
کرنا اور اس روز نوحہ خوانی وماتم زنی کو جائز رکھا ہے۔ (۶) یوم عاشورا
یوم مبارک ہے جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم نحس، اس پر برصغیر
ہند کے جن ۵۷ اکابر علمائے اہل سنت کے فتاویٰ رسالہ محرم وتعزیہ داری
درج ہیں ان میں (۱) مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد نذیر حسین دہلوی
مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا
سید حسین احمد مدنی، علامہ سید سلیمان ندوی و دیگر علماء دیوبند و بریلی و بدا
و بھوپال و بنگال وغیرہم کے فتاویٰ شامل ہیں، جن میں تعزیہ داری اور رسو
محرم کو متفقہ طور سے ناجائز و حرام بتایا گیا ہے۔ مثلاً علمائے دیوبند
مندرجہ بالا چھ سوالوں کے جواب میں یہ فتویٰ دیا تھا۔

فتویٰ علمائے دیوبند :-

الجواب :- (۱) (تعزیہ داری) ناجائز و حرام ہے۔ فقط۔

(۲) (رسومات محرم) یہ جملہ رسوم باطل و حرام ہیں فقط۔

(۳) (رسومات میں روپیہ صرف کرنا) اسراف ہے اور حرام بتانا جائز

(۴) (لڑائی دنگا فساد) ناجائز ہے، بلکہ یہ رسوم مٹانے کے قابل ہیں جس طر
ہو ان کو مٹادے اور فی سبیل اللہ کہنا اس جنگ وجدال کو عموماً اور
مطلقاً غلط ہے۔

(۵) (یوم غم منانا) جائز نہیں رکھا بلکہ اس سے سخت منع فرمایا ہے۔

(۶) یوم عاشورا (یوم عاشورا روز مبارک ہے اس میں روزہ رکھنا اور

وسعت طعام میں کرنا مستحب ہے باقی رسوم جہلا کی پابندی کرنا ممنوع ہے اور
اس مبارک دن کو منحوس سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے، احادیث میں اس دن کی
فضیلتیں وارد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں
فرمایا ہے۔ صیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ
فقط واللہ اعلم، کتبہ (مفتی) عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۱۶ صفر ۴۳ھ

الجواب صواب (مولانا) محمد انور (شاہ) عفا اللہ عنہ

فتویٰ علمائے اہل سنت بریلی :-

اس استفتاء کے جواب میں کہ بنا بر شوکت و دبدبۂ اسلام تعزیہ بنانا
اور نکالنا و علم و بیرق وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب
بریلوی نے حسب ذیل فتویٰ دیا، دوسرے بریلوی و بدایونی علماء کے فتوے
بھی اسی کے ذیل میں شامل ہیں۔

الجواب :- علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت
ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا یعنی
ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے۔ اور اس سے منت
ماننا اور حماقت اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم،
مسلمانوں کو ایسے حرکات و خیالات سے باز آجانا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مہر) فقیر احمد رضا خاں عفی عنہ (بریلی)

تعزیہ بنانا بدعت، اس سے شوکت و دبدبۂ اسلام نہیں ہو سکتا،
مال کا ضائع کرنا۔ اس کے لئے سخت وعید آئی ہے، مسلمانوں کو ان دونوں
باتوں سے خدا محفوظ رکھے، آمین۔ واللہ اعلم،

فقیر مصطفےٰ رضا خاں البریلوی النوری البرکاتی عفی عنہ۔

هٰذا الجواب صحیح :- فقیر حسین احمد عفی عنہ تھہٹوری۔
ان بدعات میں مال کا ضائع کرنا ہے، مسلمانوں کو بچنا چاہیئے
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مہر) امجد علی اعظمی مدرس اہل سنت بریلی۔

امور بدعت و تضییع مال سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(مہر) فقیر نواب مرزا قادری البریلوی۔

مطابق تحقیق محققین اہل سنت تعزیہ، علم، بیرق بنانا، نکالنا درست نہیں۔ علمائے صالحین معتبرین نے اس کو ہمیشہ سے ناپسند رکھا ہے بالخصوص اس کا دفن کر دینا کہ یہ اسراف مال ہے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ناجائز فعل سے اگر شوکت اسلام قصد کی جائے۔ جب بھی وہ فعل جائز نہ ہوگا، ماتم کا نام ہے اور درحقیقت لہو و لعب کھیل کود اور تماشہ
محمد حبیب الرحمٰن القادری الحنفی (بدایوں)

الجواب صحیح :- محمد عبد المقتدر القادری مدرسہ قادریہ (بدایوں)
صح الجواب :- فضل احمد الحنفی قادری غفرلہ (بدایوں)
ایضاً :- محمد حافظ بخش عفی عنہ "
ایضاً :- محمد ابراہیم الحنفی القادری غفرلہ مفتی "

اقول فی الجواب واللہ تعالیٰ الموفق للصواب۔ عشرۂ محرم الحرام میں جو امور مروجہ فی زماننا ہیں وہ خلاف کتاب الٰہی و سنت حضرت رسالت پناہی ہیں و نیز ائمہ دین و علمائے معتبرین سے سلف سے خلف تک کوئی ان امور کا قائل نہ ہوا پس جملہ اہل اسلام پر لازم و واجب ہے کہ ایسے امور کے ارتکاب سے احتراز کریں ورنہ ثواب کے بدلے سخت گناہ و عقاب کے مستحق ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ " سید ریاست حسین مدرس اول مدرسہ شمس العلوم بدایوں

فی الواقع تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے۔
یونس علی عفا اللہ عنہ (بدایوں)

شہادت نامے پڑھنے اور مجالس محرم کی شرکت حرام ہے

مولانا احمد رضا خاں بریلوی "رسالہ تعزیہ داری" میں تحریر فرماتے ہیں، "شہادت نامے نثر ہوں یا نظم جو آج کل رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سر و پا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا، سننا خواہ کہیں ہوں مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو تو پھر اور بھی زہر قاتل ہے۔ ایسے وجوہ پر نظر فرما کر امام غزالی؟ وغیرہ ائمہ نے حکم فرمایا کہ شہادت نامے پڑھنا حرام ہے۔

محرم کی مجلسوں میں جانا، مرثیہ سننا حرام ہے۔ نیز محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے پہننا علامات سوگ اور سوگ حرام ہے (احکام شریعت ج ۱ ص ۱)

علمائے اہل سنت و الجماعت کراچی کے متفقہ فتوے

استفتاء :- کیا فرماتے ہیں مفتیان و علمائے اہل سنت و الجماعت حسب ذیل مسائل میں :-

(۱) کیا تعزیہ داری از روئے شریعت اسلام جائز ہے؟
(۲) ماہ محرم کے پہلے دس دنوں میں جو مراسم عموماً پاکستان میں رائج ہیں یعنی حضرت حسین بن علی رض کا نام لے کر ماتم کرنا، نوحے پڑھنا، سینہ کوبی کرنا تعزیہ و ضریح و روضہ و تابوت بنانا، ان کی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے

گشت کرانا علم و مہندی اٹھانا، نامزد کرکے سج دھج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا، ان مراسم کی بابت احکام شرعی کیا ہیں؟

(۳) کیا مسلمان مرد، عورت اور بچوں کو محرم کے جلوسوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اژدحام کرکے جلوسوں کو دیکھنے کے لئے بیٹھنا اور اپنے بچوں کو تعزیوں اور روضوں کے نیچے سے گذارنا اور اس کو متبرک جاننا، ان ایام میں سبز اور سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا اور پہنانا کیا شریعت اسلام میں جائز ہے؟

(۴) آیا اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" قائم کرنے اور اس پر نوحہ خوانی و ماتم زنی کو جائز رکھا ہے؟

(۵) یوم عاشوراء کو حسب تصریح احادیث و فرمان نبوی کیونکر گذارنا چاہیے۔ آیا یہ یوم مبارک ہے، جس کے فضائل احادیث میں مروی ہیں یا یوم نحس ہے، بعض سنی بھی محرم کے ان دس دنوں میں سوگ مناتے اور اس ماہ میں شادی بیاہ نہیں کرتے اس بارے میں شریعت کے احکام کیا ہیں؟ :۔ بینوا و توجروا۔

الجواب:۔ (۱) تعزیہ داری شرعاً بالکل ناجائز و قطعاً حرام اور باطل محض ہے، کیونکہ تعزیہ داری کے معنی یہ ہیں کہ دنیاوی لذتوں اور زینتوں کو ترک کرے، غم و الم کی صورت بیٹھنا جس طرح کہ وہ عورتیں جن کے شوہر مر جاتے ہیں اور وہ سوگ میں بیٹھتی ہیں، مردوں کے لئے تو بالکل اس قسم کا سوگ از روئے شریعت اسلام ثابت نہیں، صرف عورتوں کے لئے دو موقع پر ثابت ہے اگر شوہر مر جائے تو چار مہینے دس دن اور اگر شوہر کے علاوہ اور کوئی رشتہ دار مر جائے تو صرف تین دن جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحل لامرأة تؤمن باللہ

والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعة اشھر وعشراً" (رواہ البخاری) یعنی کسی عورت کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ اپنے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن تین رات سے زیادہ سوگ میں بیٹھے، بجز شوہر کے اس کے مرنے پر چار ماہ دس دن سوگ میں بیٹھے۔ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ (ص۵۶) میں بھی ہے یصنع للمیت ماتم ثلاثة ایام من یوم مات یعنی میت کے لئے یوم موت سے صرف تین دن رونا چاہیے۔ پس مروجہ تعزیہ داری بلا شبہ بدعت سیئہ اور ضلالت ہے بلکہ بعض رسومات شرکیہ کے لحاظ سے شرک ہے۔

(۲) یہ سب امور بدعت سیئہ ہیں اور بعض ان میں سے علاوہ بدعت ہونے کے خود بھی حرام ہیں اور بعض میں شرک کا قوی احتمال ہے اس لئے ان تمام امور کا ترک کرنا ضروری اور واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے شر الامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة وروی الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او آوی محدثا علیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منہ صرفا ولا عدلا (یعنی جس نے کوئی نئی بات (دین میں) نکالی یا بدعتی کو جگہ دی پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے نہ قبول ہوگی ان سے عبادت فرض نہ نفل۔)

تعزیہ کا جلوس نکالنا اور اس کے ساتھ ان تمام ناجائز امور کا ارتکاب علاوہ بدعت ہونے کے کفار ہنود کے طرز عمل کے مشابہ ہے۔ اس لئے بھی حرام ہے۔ اس کو غم و اندوہ کا نشان قرار دینا بھی تعجب ہے، حضرت حسین رض

ابن علیؓ کا نام لے کر ہر سال محرم میں ماتم کرنا جائز نہیں جیسا کہ اوپر بخاری شریف اور شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے معلوم ہوا کہ میت کے لئے یوم موت سے صرف تین دن تک سوگ کرنا چاہیئے، نوحہ اور سینہ کوبی کرنا خود شرعاً حرام ہے حدیث شریف میں ہے نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النیاحۃ (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے) وعن ابی سعید الخدریؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور سننے والے پر لعنت فرمائی ہے، مجمع البرکات میں ہے۔ یکرہ للرجل تسوید الثیاب وتمزیقہا للتعزیۃ وتسوید الخدود والایدی وشق الجیوب وخدش الوجوہ ونشر الشعور ونثر التراب علی الرؤس والضرب علی الصدر والفخذ وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیۃ والباطل (کذا فی المفردات مجموعہ فتاوی) یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اظہار غم میں کپڑے پھاڑے منہ پیٹے گریبان چاک کرے، سینہ کوبی کرے اور سر پر مٹی ڈالے یہ سب رسوم جاہلیت اور باطل ہیں) چنانچہ تعزیہ ضریح، روضہ اور تابوت بنانا۔ ان کی سجاوٹ کرنا، ڈھول تاشے سے ان کی گشت کرنا، علم ومہندی اٹھانا یہ تمام امور بت پرستی اور شرک میں داخل ہیں۔ ان میں تصویر بنائی جاتی ہے جس کی حرمت کی سخت وعید احادیث میں مذکور ہے تعزیہ تمثال اور نقل ہے روضۂ حضرت حسینؓ کی جس کے متعلق شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" باب نوادر میں امیر المؤمنین (حضرت علیؓ) سے منقول ہے من جدد قبراً" او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام (یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس نے از سر نو قبر

تمثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) سبیل لگانا فی نفسہ جبکہ خاص دنوں اور مہینے کی تخصیص نہ ہو اور نہ کسی کے نامزد کی جائے اور سادگی کے ساتھ لگائے تو جائز اور تحصیل ثواب ہے لیکن نامزد کرکے تقرب کی نیت سے سج دھج کے ساتھ سبیل لگانا اور اس پر خوب روپیہ صرف کرنا اور محرم کے پہلے دس دنوں میں سبیل لگانے کو اور ایام سے زیادہ ثواب سمجھنا جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے شرعاً ناجائز اور حرام ہے وما اھل لغیر اللہ میں داخل ہے اور اس میں خوب روپیہ صرف کرنا اسراف بے جا میں داخل ہو کر گناہ ہے۔

(۳) تعزیہ داری جبکہ قطعاً حرام اور باطل محض ہے اور اس میں تمام رسوم قبیح ترین بدعت اور شدید بدترین معصیت ہیں اور بے شمار وعیدیں احادیث صحیحہ میں موجود ہیں تو مسلمان مرد و عورت اور بچوں کو ان جلوسوں میں شریک ہونا اور جگہ جگہ اژدحام کرکے جلوسوں کو دیکھنے کے لئے بیٹھنا قطعاً ناجائز حرام اور سخت گناہ ہے اور اپنے بچوں کو تعزیوں اور روضوں کے نیچے گذارنا اور اس کو متبرک جاننا شرک اور بدترین گناہ ہے، حدیث میں دیکھنے والوں پر لعنت آئی ہے، چنانچہ کتاب السراج میں خطیب کی روایت ہے لعن اللہ من زار بلا مزار ولعن اللہ من زار شبہاً بلا روح یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی بلا مزار کے اور لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جس نے زیارت کی جسم بے جان کی تعزیہ بھی جسم بے جان بلا مزار ہے، محرم میں سبز یا سیاہ رنگ کے کپڑوں کے پہننے یا پہنانے کو ضروری سمجھنا قطعاً ناجائز ہے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں سیاہ رنگ کے بارے میں ہے کہ سئل الصادق عن الصلوٰۃ فی القلنسوۃ السوداء فقال لا تصل فیہا فانہا لباس اہل النار وقال امیر المؤمنین فیہا علم بہ لا صحابہ

لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون (ص۶۵) یعنی حضرت صادق سے پوچھا گیا کہ سیاہ قلنسوہ پہن کر نماز پڑھیں فرمایا کہ ان میں نماز ہرگز نہ پڑھیں اس لئے کہ وہ دوزخیوں کا لباس ہے اور فرمایا امیر المؤمنین نے کہ صحابہ کرامؓ کو یہ تعلیم (رسول اللہ صلعم نے) دی کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا ہے۔

(۴) اسلام نے کسی نبی یا ولی کی وفات پر یا شہادت پر سالانہ "یوم غم" مقرر کرنے اور اس پر نوحہ خوانی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ برعکس ان فعال پر وعید شدید آئی ہے نہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت پر سالانہ "یوم غم" مقرر کیا، نہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ کی وفات پر سالانہ "یوم غم" مقرر کیا؟ کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ غم منائے۔

(۵) یوم عاشورا مبارک دن ہے اسی میں نوح علیہ السلام کو طوفان سے رہائی ہوئی اور اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور دشمن کی غرق یابی ہوئی، ابتدائے اسلام میں اس دن کا روزہ فرض تھا مگر بعد فرضیت رمضان منسوخ ہو کر نفل اور موجب ثواب ایک سال کے روزوں کا باقی رہ گیا اس کے فضائل کتب احادیث میں موجود ہیں، اس میں روزہ رکھنا موجب ثواب اور رضامندی خداوندی ہے جو شخص اس کے فضائل جاننے کے بعد نحس قرار دے سخت عاصی وگنہگار ہے اس دن روزہ رکھنا چاہیئے نہ اس لئے کہ حضرت حسینؓ نے اس روز شہادت پائی بلکہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور نے دسویں محرم کو روزہ دار یہودیوں سے دریافت فرمایا تھا کہ تم لوگ اس روز کیوں روزہ رکھتے ہو؟ تو یہودیوں نے فضل اور شرف موسیٰؑ کا بیان کر کے کہا کہ یہ سب شرف آج ہی کے دن ملے تھے، اس وجہ سے روزہ رکھتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ مو

سے ہم کو خصوصیت زائد ہے بہ نسبت تم لوگوں کے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اگلے سال زندہ رہا تو نویں کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اس دن میں گنجائش اور مقدور کے موافق کھانے میں اہل وعیال پر وسعت کرنی چاہیئے تاکہ تمام سال فراخی ہو۔ ان دنوں سینوں کو سوگ منانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس مہینے میں شادی بیاہ کرنا بلاشک جائز ہے شریعت میں اس کی کسی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

احقر العباد:- محمد صابر غفرلہ۔ نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴
نانک ۹ اڑہ ۱۴۰۵ ۱۱/۸۷

الجواب صحیح :- مفتی ولی حسن ٹونکی غفرلہ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۵
" " حق والحق احق ان یتبع (مولانا) محمد اکمل غفرلہ۔
مفتی دار الافتاء جیکب لائن کراچی ۱۸ ۱۱/۸۷

الجواب صحیح :- (مولانا) احتشام الحق تھانوی دار الافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی
" " (مولانا) حافظ محمد اسمٰعیل غفرلہ ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ کھڈہ کراچی۔
" " (مولانا) محمد سلیم اللہ شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی۔
" " (مولانا) عبد الحکیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دار السلام برنس روڈ کراچی۔
" " فماذا بعد الحق الا الضلال (مولانا) محمد یوسف کلکتہ والے
شیخ الحدیث بحر العلوم سعودیہ کراچی ۱

الجواب صحیح :- (مولانا) عنایت اللہ مدرس جامعہ فاروقیہ کراچی۔
" " (مولانا) عبد الرشید خطیب جامع مسجد فاروقی ڈرگ روڈ کراچی۔
" " (مولانا) محمد عظیم الدین عفی عنہ جامعہ فاروقیہ ڈرگ روڈ کراچی۔
" " قاضی سید صادق اللہ ندوی کراچی۔

قطعہ
بدعاتِ محرم کا مٹا دینا ہے لازم

اوقاتِ محرم بھی ہیں اوقاتِ خدا کے — اوقات کو مغموم بنایا نہیں جاتا
وابستہ ہے محرم سے اپنا سنہ ہجری! — ہم سے یہ ستم اس پہ توڑھایا نہیں جاتا
یہ یاد دلا دیتا ہے سرکارؐ کی ہجرت — مسلم سے غم اس مہ میں منایا نہیں جاتا
جو پیٹتے ہیں ڈھول جہاں آیا محرم — ان کو کبھی راز اس کا بتایا نہیں جاتا
منہدی ہے کہیں اور کہیں ڈنکے کی چوٹیں — اس طرح جنازہ تو اٹھایا نہیں جاتا
کاغذ میں لپٹے ہوئے چوبِ خس و خاشاک — یوں بت کسی میت کا سجایا نہیں جاتا
ماتم سے غرض کچھ ہے نہ کچھ سوگ سے مطلب — مرنے پہ کہیں ڈھول بجایا نہیں جاتا
سر نالہ ہے یا یاروں کا چو نالہ ہے ماتم — گا گا کے کہیں اشک بہایا نہیں جاتا
کھچڑے بھی ہیں اور حلوے بھی بھر روغنی روٹی — یوں سوگ کسی کا بھی منایا نہیں جاتا
خوش کیوں نہ ہو ہر طفل و جواں عید سے بڑھ کر — عیدوں میں بھی یہ لطف اٹھایا نہیں جاتا
اکھاڑوں میں ہوتی ہیں جواں عورتیں شامل — اغیار سے منہ اپنا چھپایا نہیں جاتا
کھولے ہوئے بال اس پہ ہیں ساریاں دھانی — یوں حسن سرِ عام دکھایا نہیں جاتا
اس بھیڑ میں بے پردہ ہوا اسلام کی بیٹی — یوں پردۂ ناموس اٹھایا نہیں جاتا
ہے گوہرِ شبنم سے بھی نازک گلِ عصمت — نامحرموں میں گل یہ کھلایا نہیں جاتا
ہے لعل و گہر سے بھی گراں خونِ شہادت — اس کو کسی لاٹھی پہ نچایا نہیں جاتا
جو تعزیئے ہر سال اٹھاتے ہیں وہ سن لیں — بت خانوں کو کاندھوں پہ اٹھایا نہیں جاتا
یہ کاغذی بت اس سے بھی بدتر ہے سمجھ لو — اس بت کو مگر جیف کہ ڈھایا نہیں جاتا
ہم مؤمن و مسلم ہیں ہمیں شرک سے کیا کام — ایمان کو یوں بھینٹ چڑھایا نہیں جاتا
بدعاتِ محرم کا مٹا دینا ہے لازم — بدعات کو یوں سر پہ چڑھایا نہیں جاتا
کونین میں ہے ایک ہی در لائق سجدہ — سر اور کہیں شوق جھکایا نہیں جاتا

"ماتمِ حسینؓ" کی ابتداء
کب اور کہاں اور کیسے ہوئی؟

شیعہ و سُنّی مؤرخین و مصنفین سب ہی کا متفقہ بیان ہے کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد ۳۵۲ھ میں ایرانی نسل اور شیعہ مذہب امیر الامراء معز الدولہ دیلمی نے جو وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز تھا اپنے حکم سے "ماتمِ حسینؓ" کی ابتداء بغداد میں اس زمانہ میں کی تھی جب یہ سبب طوائف الملوکی سلطنت ضعیف تھی، مؤرخ ابن کثیر ۳۵۲ھ کے حالات و کوائف کے ضمن میں لکھتے ہیں
(البدایۃ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۲۴۳)

"۳۵۲ھ اس سال ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو معز الدولہ نے (خدا اس کا برا کرے) یہ حکم دیا کہ بازار سارے بند رہیں، عورتیں ماتمی لباس کمبل کا پہن کر چہرے اپنے کھولے بال سر کے بکھیرے نکلیں اور منہ اپنے پیٹتی ہوئی "حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب" کا بازاروں میں ماتم کرتی پھریں۔"

ابنِ اثیر مؤرخ کا بھی بہ تغیرِ الفاظ یہی بیان ہے (کامل ابنِ اثیر ج ۷ ص ۱۹۷)
"معز الدولہ نے دس محرم ۳۵۲ھ کو عام حکم دیا کہ دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں، بازاروں میں خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے۔ لوگ نوحے پڑھیں، کمبل کا ماتمی لباس پہنیں، عورتیں بال سر کے بکھیرے، گریبان چاک کئے، منہ پر دوہتھڑ مارتی ہوئی "ماتمِ حسینؓ" میں شہر بھر کا چکر لگائیں"
مؤرخ ابنِ خلدون بھی "ماتمِ حسینؓ" کی ابتدا کے بارے میں یہی کچھ لکھتے ہیں۔ (کتاب ثانی جلد ہشتم اردو ترجمہ ص ۲۷۳)
"۳۵۳ھ۔ سنہ آئندہ (۳۵۳ھ) میں یوم عاشوراء (دسویں محرم) کو

بغرض اظہار غم حسینؓ معز الدولہ نے یہ عام حکم صادر کیا کہ سب دکانیں شہر کی بند کر دی جائیں، کسی چیز کی بیع و شرا نہ کی جائے، باشندگان شہر و دیہات ماتمی لباس پہنیں، علانیہ نوحہ و بین کریں، عورتیں کھلے بالوں اور چہرے اپنے سیاہ کئے ہوئے نکلیں اس طرح پر کہ "ماتم حسینؓ" میں کپڑوں کو اپنے پھاڑ ڈالا ہوا ور رخساروں کو طمانچوں سے لال کر لیا ہو۔

"شیعوں نے اس حکم کی بخوشی خاطر تعمیل کی، اہل سنت دم نہ مار سکے کیونکہ زمام حکومت شیعہ کے ہاتھ میں تھی۔ اگلے سال ۳۵۳ھ میں پھر اس رسم کا اعادہ کیا گیا۔ اہل سنت برداشت نہ کر سکے۔ مابین ان کے اور شیعہ کے فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ بہت خونریزی ہوئی اور مال و اسباب لوٹا گیا۔"

شیعہ مؤرخین نے بھی "ماتم حسین" کی ابتدا ۳۵۲ھ ہی سے ہونا بیان کی ہے جسٹس امیر علی شیعی نے اپنی دونوں تالیفات "اسپرٹ آف اسلام اور تاریخ عرب (ہسٹری آف سیرلینز) میں اسی واقعہ و حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"معز الدولہ نے جو مسلکاً شیعہ تھا حادثہ کربلا کی یادگار کے طور سے دسویں محرم "ماتم حسین" کا دن مقرر کر دیا تھا۔"

"تلخیص مرقع کربلا" کے شیعی مؤلف نے یہی لکھا ہے (ص۷۸)

"معز الدولہ پہلا حاکم مذہب شیعہ کا تھا جس نے یوم عاشورا بازار بند کرا دیئے۔ نان بائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ عورتیں سر کھولے راستوں میں نکلیں اور "ماتم حسینؓ" کریں۔"

زمانہ حال کے شیعہ مصنف و مؤرخ شاکر حسین نقوی معز الدولہ ہی کو "ماتم حسین" کا موجد بناتے ہوئے فرماتے ہیں (مجاہد اعظم ص ۲۳۲

"سلطنت بغداد کے ضعف پر دیلمی خاندان بویہ کو عروج ہوا انو ۳۵۲ھ میں معز الدولہ دیلمی کے حکم سے بغداد میں حسین مظلوم کا علانیہ ماتم منایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس طرح بہ تغیر نوعیت آزادانہ مجلس عزا قائم ہوئی، یہ رسم بغداد میں کئی برس جاری رہی۔"

الغرض یہ حقیقت ثابتہ ہے اور ناقابل انکار کہ حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد "ماتم حسینؓ" کی رسم ایجاد ہوئی جو کسی قریشی ہاشمی، علوی و حسینی یا کسی عربی النسل نے نہیں کی بلکہ ایرانی نسل کے شیعہ حاکم نے اپنے سیاسی مقاصد سے اس رسم کی بنیاد ڈالی، اس سے قبل نہ کسی اسلامی ملک میں اس کا وجود تھا اور نہ حضرت حسینؓ کے قریبی عزیزوں اور اہل خاندان نے جو اس حادثہ کربلا کی حقیقت اور نوعیت سے بہ نسبت غیروں کے زیادہ واقف تھے نہ مدینہ اور مکہ میں کبھی یہ غیر اسلامی رسم ادا کی اور نہ ملک عرب کے باشندوں نے کبھی "یوم غم" منایا اور نہ مرور زمانہ آج تک اس رسم کا جو بیشتر وضعی داستان پر مبنی ہے ملک عرب میں رواج ہوا۔ "ماتم حسین" کے علاوہ بنی بویہ کے زمانہ عروج میں شیعوں کے فرقہ وارانہ تنظیم کی چونکہ بنیاد پڑی اس لئے ان کا تعارف مجملاً ضروری ہوا۔

بنی بویہ:۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ علاقہ طبرستان کے ایک ایرانی شیعہ بویہ نامی شخص کے جسے ایران کے قدیم بادشاہ بہرام گور کی نسل کا بتایا جاتا ہے تین بیٹے احمد (معز الدولہ) (علی) عماد الدولہ) اور حسن (رکن الدولہ) تھے ان کا باپ بویہ بقول مؤرخ ابن کثیر گردش روزگار سے حد درجہ مفلس و نادار تھا یاوری بخت اور حسن اتفاق سے اس کے یہ تینوں بیٹے اس علاقے کے مقامی رئیس ماکان کے متوسلین میں شامل ہو کر فوجی دستوں کی کمان کرنے لگے اور

رفتہ رفتہ انہیں فوجی قوت بڑھا کر ایران کے بعض علاقوں پر تسلط جمانے کا موقع مل گیا۔ ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور عزائم کو دیکھ کر ۳۳۴ھ میں عباسی خلیفہ نے ان القاب کے ساتھ جو اوپر درج ہیں انہیں وزارت عظمٰی و امیر الامرائی کا منصب جلیل عطا کر کے کاروبار مملکت میں دخیل اور با اختیار کر دیا، یہ لوگ اور ان کے فوجی سب متعصب شیعہ تھے، معز الدولہ نے پہلے تو یہ چاہا کہ عباسی خلیفہ کو فوجی قوت سے معزول کر کے کسی علوی کو تخت خلافت پر متمکن کر دے مگر اس کے کسی مشیر نے سمجھایا کہ تم اپنے فوجیوں کی مدد سے یہ کام تو ضرور کر سکتے ہو، کیونکہ تمہارے شیعہ فوجی بھی عباسی خلیفہ کو جائز خلیفہ نہیں مانتے لیکن کسی علوی کو خلیفہ بنا دیا اسے پھر کبھی معزول نہ کر سکو گے، تمہارے فوجی اس کام میں تمہارا ساتھ نہ دے سکیں گے، کیونکہ علوی کو وہ جائز خلیفہ جانتے ہوں گے، یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اس خیال سے باز رہا مگر اس کے اکیس[21] سالہ زمانۂ حکومت میں بقول مؤرخ ابن کثیر رفض و شیعیت کو اس کی پشت پناہی سے بغداد میں بہت فروغ ہوا (اظھر الرفض ونصر علیہ - البدایہ) چنانچہ "ماتم حسین" کی رسم ایجاد کرنے کے علاوہ معز الدولہ ہی "عید غدیر" کا بھی موجد ہے۔

عید غدیر اسی سال اسی کے حکم سے شہر کے بازار آراستہ ہوئے چراغاں کیا گیا۔ اور آتش بازی چھوڑی گئی اور یہ سب کچھ مظاہرہ مصنوعی شادمانی کا محض اس بے اصل اور خیالی بات کی یادگاری رسم قائم کرنے کی خاطر کیا گیا کہ بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مدینہ واپس تشریف لاتے ہوئے اثنائے راہ ایک برساتی تلیا غدیر خم پر ٹھہر کر صرف انہی قلیل التعداد اشخاص کے سامنے جو ہمراہ تھے اپنے سب سے چھوٹے داماد حضرت علیؓ کے جانشین بنائے جانے کا اعلان فرما دیا تھا۔ مگر بعد میں اس مفروضہ جانشینی کا عملاً

ظہور نہ ہوا، کیونکہ بقول مکذوبہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی خلاف ورزی کر کے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں اپنی خلافت کی بیعت لے کر حضرت علیؓ کا مفروضہ حق غصب کر لیا، پھر حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ بھی خلیفہ ہو ہو کر اسی طرح غصب کرتے رہے، لیکن لطف تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے نہ کبھی مزعومہ حق کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اس کے لینے کے لئے کوئی ہنگامہ برپا کیا بلکہ تینوں خلفاء سے یکے بعد دیگرے بیعت کی، حضرات شیخین سے تو انہیں ایسی محبت و عقیدت تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ کو حبالہ عقد میں لا کر ان کے خورد سال فرزند کی شفقت سے پرورش کی اور حضرت عمرؓ کی زوجیت میں اپنی نوردیدہ ام کلثوم کو دے کر رشتۂ محبت کو اور استوار کیا اپنے بیٹوں کے نام بھی ان حضرات کے ناموں پر رکھے۔ ان کی ایک زوجہ کے بطن سے جو بنی حنیفہ سے تھیں جو فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام غایت عقیدت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر محمد[1] رکھا۔ دوسرے فرزند کا نام اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے نام پر

---

[1] حضرت علیؓ کے یہ فرزند جو محمد بن الحنفیہؒ کہلاتے علم و فضل میں اپنے سب بھائیوں سے افضل تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے یہ دو بھائی حسنؓ و حسینؓ بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بطن مبارک سے ہونے کے مجھ سے برتر ہیں مگر انا اعلم منھما (قاموس زرکلی) میں دونوں سے علم میں برتر ہوں، حادثہ کربلا کے کچھ دن بعد دمشق گئے اور امیر یزیدؒ کے پاس ہی مقیم رہے اور ان کے شب و روز کے حالات سے کما حقہ واقفیت حاصل کی، مدینہ میں جب حضرت ابن الزبیرؓ کے طرفداروں نے بغاوت کی آگ بھڑکانے کے پروپیگنڈے میں امیر المؤمنین یزیدؒ پر بہتان تراشے حضرت حسینؓ کے ان بھائی حضرت محمد بن الحنفیہؒ نیک صفات خلیفہ کی حمایت میں ان بدگویوں سے لڑتے جھگڑتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں تو خلیفہ یزیدؒ کے پاس مقیم رہا ہوں میں نے تو ان میں سب اچھی ہی باتیں پائی ہیں وہ اپنے اعمال مذہبی نماز وغیرہ کے پابند ہیں نیک کاموں میں سرگرم رہتے ہیں، مسائل فقہ پر کلام کرتے ہیں تم لوگوں کو جھوٹے الزام تراشتے خدا کا بھی خوف نہیں۔
(انساب الاشراف بلاذری والبدایہ والنہایہ)

عباسؓ، تیسرے کا نام حضرت ابوبکرؓ کے نام پر ابوبکرؓ چوتھے کا نام حضرت عمرؓ کے نام پر عمرؓ، پانچویں بیٹے کا نام حضرت عثمانؓ کے نام پر عثمانؓ رکھا، یہ مبارک نام خاندان علیؓ میں ایسے محبوب رہے کہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی زین العابدینؒ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا اور ان کے متعدد پوتوں کے نام بھی عمر رکھے گئے۔ ان ہی حقائق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ اعلان جانشینی کی کوئی اصلیت تھی اور نہ کبھی اہل خاندان نے اس بے حقیقت بات کا کوئی جشن منایا، غرضیکہ "ماتم حسینؓ" اور "عید غدیر" کی رسموں کی ایجاد بنی بویہ نے اپنے سیاسی مقاصد سے کرائی اور انہی مقاصد سے عراق میں روافض و شیعہ کی تنظیم جداگانہ فرقہ کی حیثیت میں کی گئی، انہی کے زمانہ میں شیعوں کی مذہبی کتب احادیث الکافی وغیرہ کی تدوین ہوئی، انہی کے عہد میں مذہبی اعمال نماز و روزہ وغیرہ تک کی جزئیات میں فرق و امتیاز پیدا کیا گیا۔ اذان میں حی علیٰ خیر العمل کا اضافہ ہوا، سبِّ صحابہ کرامؓ تبرا کا علانیہ ارتکاب کیا گیا۔

مشہد علیؓ و مشہد حسینؓ:۔ معز الدولہ کے بھتیجے عضد الدولہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں "ماتم حسینؓ" اور "عید غدیر" کی رسموں کو دوامی حیثیت دینے کی خاطر شیعہ فرقے کے لئے عراق میں دو متبرک مقام ایک نجف میں "مشہد علیؓ" سنہ ۳۶۹ھ میں یعنی حضرت علیؓ کی وفات سے سوا تین سو برس بعد) اور دوسرا "مشہد حسینؓ" سنہ ۳۷۱ھ میں (حادثہ کربلا کے تین سو دس برس بعد مفروضہ قبروں پر اس نہج سے قائم کرا دیئے کہ شیعہ و روافض کی عقیدتمندانہ کشش ان زیارتوں کے لئے جو بنی بویہ کے علاقے حکومت میں تھیں اماکن مقدسہ مکہ و مدینہ سے کہیں زیادہ ہوتی جائے، جو ان کے علاقے سے باہر تھیں، حضرت علیؓ کی قبر مبارک تو شروع ہی سے نامعلوم رہی۔ قاتلانہ حملہ ان پر مسجد کوفہ میں ہوا تھا،

اور مسجد کوفہ ہی کے قرب میں جیسا کہ قدیم مؤرخین ابن قتیبہ و ابن جریر طبری و دیگر مؤرخین کی تصریحات سے ثابت ہے۔ ان کی تدفین ہوئی تھی اور ان کے صاحبزادوں نے میت کو تابوت میں رکھ کر اس نیت سے سپرد خاک کیا تھا کہ مدینہ واپس جاتے ہوئے اسے لے جا کر اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کریں گے۔ چنانچہ بوقت روانگی مدینہ جب کثیر رقوم خزانہ حسب شرائط صلح صندوقوں میں رکھ کر اونٹوں پر بار کرائیں، صندوق تابوت کا بھی اونٹ پر لدا ہوا تھا۔ بنی طے کے علاقے سے گذرتے ہوئے بوقت شب ایسا گم ہوا کہ پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ میت مدینہ پہنچ جاتی تو وہیں حضرت علیؓ کا مزار ہوتا اور کوفے سے اگر منتقل نہ ہوتی تو مسجد کوفہ ہی کے پاس جہاں تدفین تابوت کی ہوئی تھی، قبر ہوتی، کوفے سے کوسوں دور نجف میں قبر کی دریافت اور سوا تین سو برس بعد اس پر مشہد کی تعمیر ایک دلچسپ افسانہ ہے۔ (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تحقیق سید و سادات) حضرت علیؓ کی قبر کے نامعلوم رہنے ہی کی وجہ ہے کہ عقیدتمندوں نے بلخ وغیرہ بیسیوں مقامات پر مفروضہ قبریں ان کے نام کی قائم کر کے جلب منفعت کا ذریعہ بنا رکھی ہیں اور ایسے ہی کراچی میں اب چند سال سے ایک مجہول الحال قبر کو ان کی نسل کے ایک ایسے شخص سے منسوب کرنے کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے جو کراچی سے کوئی ہزار میل دور کابل میں قتل ہو گئے تھے ؎۱۔

؎۱ قیام پاکستان کے چند سال بعد تک کلفٹن پر یہ قبر خراب و خستہ پڑی تھی کسی شخص نے جلب منفعت کے پیش نظر درست کر کے طرح طرح کی مبتذل دروغ بافیوں سے عبداللہ الاشتر بن محمد الارقط حسنی کا مدفن بتانے کے لئے مقامی اخبارات میں وقتاً فوقتاً مضمون شائع کرانے شروع کر دیئے، عبداللہ الاشتر مذکور خلافت عباسیہ کے باغی کی حیثیت سے سنہ ۱۵۱ھ میں نواح کابل میں قتل ہو گئے تھے۔ انہی کے حسنی خاندان کے مستند مؤرخ اور نساب مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے صراحتاً لکھا ہے کہ کابل کے علج نامی پہاڑ پر سرکاری سپاہیوں سے مڈبھیڑ میں جو انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ قتل ہو گئے تھے۔ (باقی صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

"مشہد حسینؓ" کی تعمیر بھی جو حادثہ کربلا سے تین سو دس برس بعد بنی بُویہ نے ایسی حالت میں تعمیر کرائی کہ کسی قبر کا نشان تک وہاں باقی نہ رہا تھا اور سو برس سے زیادہ عرصہ تک تو وہاں زراعت بھی ہوتی رہی تھی۔ ان دونوں مشہدوں کی تعمیر ایسے سیاسی مقاصد سے کی گئی کہ جارحانہ شیعیت کو اس سے بہت فروغ

تبرّا اور بدگوئی :- بنی بُویہ ہی کے زمانے میں تبرّا اور بدگوئی کے علانیہ اقدا[مات] کئے گئے بغداد کی مسجدوں کے دروازوں پر رات میں حضرت معاویہؓ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک ناموں پر لعنت کے الفاظ لکھے گئے "محمدؐ و علیؓ خیر البشر" وغیرہ کے کتبے آویزاں ہوئے، سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کو یہ کہہ کر "قتل حسینؓ" کا سبب اصلی قرار دیا گیا کہ ان کے اور ان کے جانشینوں کے عہدِ خلافت میں حضرت معاویہؓ اور بنی امیہ کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا، چنانچہ کسی شیعہ نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے ؎

چہ خوش گفت کسے ایں لطیفہ — کہ کشتہ شد حسینؓ اندر سقیفہ

پاکستانی شیعوں کے نوحوں میں بھی یہ کچھ کہا جاتا ہے ؎

ہائے! بعد ترے باغی مسلمان ہوئے — قاتلِ آلِ نبیؐ تارکِ قرآن ہوئے
کون کہتا ہے کہ مارے گئے کربل میں حسینؓ — سچ تو یہ ہے کہ سقیفہ ہی میں بیجان ہوئے

بقیہ **حاشیہ صفحہ ۲۷**) :- کابل کے قیام میں انہوں نے ایک خاتون سے نکاح کر لیا تھا جس[سے] ان کے بیٹا ہوا اپنے باپ کے نام پر محمد نام رکھا، بوجہ کابل میں پیدا ہونے کے "محمد الکابلی" کہلایا اسی نسبت سے ان کا نام کتب تاریخ و انساب میں درج ہے۔ ان محمد الکابلی کے ہم عصر مؤلف کتاب نسب قریش نے ذ[اتی] واقفیت سے ان کے باپ عبداللہ الاشتر کے کابل میں قتل ہونے اور ان محمد الکابلی کے وہاں پیدا ہونے کا [ذکر] کیا ہے ابن حزم نے بھی جمہرۃ الانساب میں یہی لکھا ہے پس جو شخص نواحِ کابل کے پہاڑ پر قتل ہوا اس کی لاش کلفٹن پر دفن ہونا کھونڈی کذب بیانی ہے پھر اس کی تائید میں اجرت پر مضامین لکھوا کر اخبا[رات]

یہ تاریخی حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ بنی بُویہ نے "ماتم حسینؓ" کی ایجاد ہی اس سیاسی مقصد سے کی تھی کہ جارحانہ شیعیت کی فضا عراق میں ایسی پیدا ہو کہ وہ اپنے سیاسی اقتدار کو اور مستحکم کر سکیں "مجاہد اعظم" کے شیعہ مؤلف بھی تبرّے اور بدگوئی کے علانیہ اقدام کو بنی بُویہ سے منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ص۴۲۲)

"دیلمی خاندان (بنی بُویہ) کو بغداد میں عروج ہوا اس وقت سے شیعوں نے بطور انتقام یہ طریقہ (تبرّے و بدگوئی کا) اختیار کیا پھر شیعوں میں اس کا ایسا رواج ہوا کہ وہ آج تک کم و بیش جاری ہے، حالانکہ یہ ان کے پیشوایانِ دین کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے" بنی بُویہ کے زمانے میں "ماتم حسینؓ" "عید غدیر" کے دوران سبِ صحابہؓ و تبرّا بازی سے جو خونریز فسادات شیعہ سنی میں بار بار ہوتے رہے مؤرخین نے قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا، علامہ ابن کثیر نے ۴۴۳ھ کے وقائع کے سلسلے میں بغداد کے روافض اور اہل سنت کی شدید خانہ جنگی کے تذکرے میں جو کئی ہفتے جاری رہی اور فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے لکھا ہے کہ یہ فتنہ شہر بغداد کے علاوہ بیرونجات میں بھی اس حد تک پھیل گیا تھا کہ مذہبی جنونیوں نے فریقین کے اکابرین اور ائمہ کے مقبرے تک جلا ڈالے تھے۔

بنی بویہ کا خاتمہ اور روافض کی قلابازی :- مندرجہ بالا شرمناک واقعہ کے چند ہی سال بعد بنی بویہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، ان کی جگہ سلجوقیوں نے جو مسلکاً اہلِ سنت تھے، انتظام مملکت کی سند خلیفہ عباسی سے حاصل کر لی، "ماتم حسینؓ" "عید غدیر" کی رسموں اور سبِ صحابہ کرامؓ کی قطعی ممانعت ہو جانے سے بغداد کے روافض نے اپنی تقیہ باز جبلّت کے اعتبار سے اپنے رویہ میں یک لخت تبدیلی کی ۴۴۸ھ کے کوائف میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

"اس سال رافضیوں نے اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہنا ترک کر دیا اور

اپنے مؤذنوں کو ہدایت کر دی کہ صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو
مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہا کریں، مسجدوں کے دروازوں پر جو کہ
محمد و علی خیر البشر کے نگار کھے تھے وہ بھی مٹا ڈالے اور شیعہ محلہ کرخ
شعراء کے جو قصائد پڑھے جاتے تھے ان میں مدح صحابہ کرامؓ کے اشعار بھی پڑھے
جانے لگے۔ یہ سب انقلاب اسی وجہ سے رونما ہوا کہ رافضیوں کی ساری شیخی اور ا
کا اب یوں خاتمہ ہو گیا تھا کہ بنی بویہ کی حکومت جو ان کے یار و ناصر تھے
نیست و نابود ہو گئی تھی، ان کی جگہ سلجوقی ترک آ گئے تھے جو عرب اہلسنت تھے
بنی بویہ کا سیاسی اقتدار تقریباً ایک صدی تک رہا۔ "ماتم حسینؓ" و عید غد
رسموں کی ایجاد مفروضہ قبروں پر مشہد علیؓ و مشہد حسینؓ کی تعمیر، تدوین کتب
احادیث شیعہ و تصنیف نہج البلاغہ کہ اس میں حضرت علیؓ سے وہ خطبے منسوب کئے گ
ہیں جن میں خلفائے ثلاثہ و اکابر صحابہ کرامؓ کی بدگوئی ہے، نیز لقب شریف و سید ک
جو اظہار نسب و قومیت میں کبھی مستعمل نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے بنی ہاشم خصوصاً
اولاد حسینؓ سے مخصوص کئے جانے کی بدعت کے علاوہ جمعہ میں آنحضورؐ کی چا
صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی والدہ ماجدہ حسنینؓ کا اور آپ
چار نواسوں میں سے صرف دو نواسوں حضرات حسنینؓ کا ذکر جو سنی خطیبوں سے
حکماً" کرایا جاتا تھا۔ اور تقلید جامد میں اب تک جاری ہے بنی بویہ کی عہد حکوم
کی نشانیاں ہیں۔

مجوسی عجمیت کا بھیانک انتقام

بنی بویہ اپنے یک صد سالہ دور حکومت میں جا
خلافت کا خاتمہ تو نہ کرا سکے تھے، لیکن جو بیج
"ماتم حسینؓ" اور تبرے بازی وغیرہ کا اپنے زمانے میں بو گئے تھے وہ برگ و با
لایا تقریباً دو صدی بعد تک اسی بغض و عناد کی فضا میں جو وہ قائم کر گئے تھے ا

ہی اندر عجم کی فتح عرب کے جوش انتقام کا لاوا پکتا رہا۔ انسائیکلو پیڈیا آف
اسلام کے مقالہ نگار کا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے کہ "ماتم حسینؓ" کے جلوسوں میں
سنیوں کے خلاف جوش غضب اس قدر نمایاں ہوتا ہے کہ غیر مسلم تماشائیوں
سے تو کوئی تعرض نہیں ہوتا لیکن غیر شیعہ مسلمانوں (سنیوں) کو برداشت
نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ بغداد کی عباسی خلافت کی تباہی میں شیعوں کا ہاتھ رہا ہے خود جمال الدین
ابن المطہر الحلی نے لکھا ہے کہ ہلاکو کے بغداد پر حملہ کرنے سے پہلے میرے والد
اور دوسرے شیعہ اکابر نے اس کو فتح و کامیابی کی خوش خبری دیتے ہوئے
درخواست کی تھی کہ کربلا و نجف و کوفہ اور شیعوں کے دوسرے مقامات کو
تباہ نہ کیا جائے۔ نصیر الدین طوسی بقول مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا آف
اسلام ہلاکو کا معتمد خاص اور مشیر تھا اور وہ ہی تاتاری ٹڈی دل کے
ساتھ بذات خود بغداد آیا اور اس کافر (ہلاکو) کو اسی نے یہ ترغیب دی
کہ آخری خلیفہ عباسی کو ہلاک کر دے (ج ۴ ص ۴۵۵) مرکزی سیاسی نظام ملت
کی یہ تباہی مجوسی عجمیت کا بھیانک انتقام تھا اسی انتقام کی جھلک اسلامی سیاسی
نظام کی جڑیں مستحکم کرنے والے بزرگان ملت اسلامیہ خلفائے ثلاثہ و اکابر
صحابہ کرامؓ کی بدگوئی "ماتم حسینؓ" کے نوحوں میں نمایاں طور سے آج بھی
جس طرح کی جاتی ہے، جبکہ اس دور کو بیتے ہوئے بھی صدیاں گذر گئیں
اس کے دو ایک نمونے آل پاکستان سنی کنونشن منعقدہ ملتان (۱۹۶۷ء)
کے خطبہ استقبالیہ سے محض اس مقصد سے نقل کئے جاتے ہیں کہ برادران
اہل سنت کو بخوبی واضح ہو کہ "ماتم حسینؓ" کی ایجاد ایک شیعی ایرانی وزیر کے
دماغ کی پیداوار ہے جو سیاسی مقاصد سے کی گئی تھی اس رسم کا کوئی تعلق عرب و

حجاز و مکہ و مدینہ کے مسلمانوں اور حضرت حسینؓ کے عزیزوں اور اہل خاندان اور صحیح النسب حسنی و حسینیوں و ہاشمیوں سے کبھی نہیں رہا۔ اس لیے ان مراسم سے اجتناب مذہباً و شرعاً جیسا علمائے اہلِ سنت کے اقوال و فتاویٰ سے ثابت ہے ہر سُنی پر لازم ہے۔ اب دل پر پتھر رکھ کر اس جگہ صحابہ کرامؓ کی بدگوئی کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں، جو نوحوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ ؎

فرزندِ فاطمہؓ کا ہے کربلا ٹھکانہ — قبضہ کیا فدک پہ یاروں نے غاصبانہ
مولا علیؓ کے حق پہ چھاپا عمرؓ نے مارا — اتنی سی بات کا ہے سب و بلا فسانہ
یارانِ بے وفا سے شکوہ نہیں کسی کو — ایمان نبیؐ پہ لائے لیکن منافقانہ
آنکھیں نبیؐ کی بند ہوئیں اور شر اٹھا — لاشہ حضورؐ کا ہے بے گور و کفن پڑا
واں ہو رہا تھا تختِ خلافت کا فیصلہ — ایسی خلافتوں کا تیا و اصول کیا؟
مشکل کشا شہید کیا اور پڑھی نماز — باغِ فدک غصب کیا اور پڑھی نماز
حضرت حسنؓ کو زہر دیا اور پڑھی نماز — گھر فخرِ انبیاؐ کا جلایا اور پڑھی نماز
محسنؓ تلک شہید کیا اور پڑھی نماز — ایسے نمازیوں کا جہنم مقام ہے

زاہد تری نماز کو میرا اسلام ہے

آپ نے دیکھا "ماتم حسینؓ" کی آڑ میں سب صحابہ کرامؓ و تبرا و بدگوئی تو ان نوحوں کا اصلی مقصد ہی ہے جس کی داغ بیل بنی بویہ کے زمانے میں محض سیاسی مقاصد سے ڈالی گئی تھی۔

امیر یزیدؒ اور ماتم حسینؓ

شیعہ علما کو اس تاریخی حقیقت سے تو مجالِ انکار نہ تھی کہ "ماتم حسینؓ" کا آغاز ۳۵۲ھ میں بزمانہ بنی بویہ ہوا، لیکن اس تاریخی واقعہ کی تاویل کہ امیر یزیدؒ اور ان کے اہل بیت حضرت حسینؓ کے المناک حادثہ کا حال سنتے ہی رنج والم سے بیتاب ہو گئے تھے یہ کی گئی ہے

کہ "ماتم حسینؓ" کا آغاز ہی یزیدؒ کے گھر سے ہوا، کسی نے یہ شعر بھی کہہ ڈالا ہے ؎

رسم ماتم بنا یزیدؒ نمود — ہر کہ آمد براں مزید نمود

حضرت حسینؓ کے واقعہ پر بیتِ یزیدؒ میں کہرام مچنا قدرتی سی بات تھی، کیونکہ حضرت حسینؓ سے امیر یزیدؒ کے کئی رشتے و قرابتیں تھیں، ایک رشتے سے حضرت حسینؓ حضرت امیر معاویہؓ کے بھانج داماد تھے، یعنی ان کی حقیقی بھانجی حضرت حسینؓ کی زوجۂ اولیٰ والدہ علی اکبر بن حسین تھیں، اس رشتے سے حضرت حسینؓ امیر یزیدؒ کے بہنوئی تھے دوسرے رشتے سے امیر یزیدؒ حضرت حسینؓ کے بھتیجے داماد تھے یعنی حضرت حسینؓ کے بہنوئی اور چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی ام محمد امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں، شیعوں کو امیر یزیدؒ اور ان کے اہل بیت سے چونکہ بیگانگی ہے ان کی ایک رفیقۂ حیات نام ہندہ بنت عبداللہ بن عامر قرار دے ڈالا ہے، پھر عجب لغویات یہ کہی جاتی ہے کہ ہندہ زوجہ یزیدؒ کربلائی قافلہ کی آمد کو سن کر یکایک بے پردہ باہر نکل آئی تھی، امیر یزیدؒ کی کوئی زوجہ نہ ہندہ نام تھی اور نہ عبداللہ بن عامر کی کوئی دختر ان کی زوجیت میں تھی شیعوں کو یہ کذب بیانی اسی لئے تو کرنی پڑی کہ حضرت حسینؓ کے بہنوئی اور چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی ام محمد جیسا بیان ہوا امیر یزیدؒ کی زوجہ تھیں، امیر یزیدؒ اور ان کی زوجہ ام محمد بوجہ قرابت قریبہ حضرت حسینؓ کے اس حادثہ جانکاہ پر رنج والم کرنے اور پس ماندگان کی تسلی و دلجوئی اور خاطر مدارات کرنے کو ملاحظہ ہو، مرثیوں میں ہندی شیعوں کے طرزِ معاشرت کے اعتبار سے کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ مرزا دبیر کہتے ہیں ؎

بچوں کے فاقہ توڑنے کو خوان میووں کے — اور زیور و لباس پہنانے کو بیویوں کے

ہر کشتی فرطبق پہ ہر یہ جدا جدا | ہاتھوں پہ اور سر پہ خواصوں کے کھدیا
خود مشک اور جام اٹھا کے سوئے قبلہ یہ کہا | نذر حسینؑ کرتی ہوں سقائی اے خدا

ہمراہیوں سے بولی کہ حق پر نظر کرو
چلتی ہوں سوگواروں میں عریاں سر کرو

واں سے بڑھی اسیروں کی جانب وہ نیک نام | پڑھتی ہوئی درود تو کرتی ہوئی سلام؛
تھا خلق فاطمہؓ کا جو زینب پہ اختتام | چپکے سے بولی فضہ سے وہ خواہر امام

رکھتی ہے دست یہ میرے مظلوم بھائی کو
جا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو

یہ لغو بیانی زینبؓ ہی کی حجری بہن ام محمد کے عزیزانہ و خواہرانہ سلوک کی بابت محض اس لیے کی جا رہی ہے کہ داستان کربلا کے وضعی قصوں میں اس حادثہ کو حد درجہ غلط رنگ دے کر امیر المؤمنین یزیدؒ جیسے نیک صفات و حلیم و کریم خلیفہ کی بدگوئی سے "ماتم حسینؓ" کو مہیج جذبات بنایا جا سکے ورنہ حضرت حسینؓ کے صاحبزادے جناب علیؒ زین العابدین، ہاتھ اٹھا اٹھا کر امیر یزیدؒ کو یہ فرما کر دعائیں دیا کرتے تھے کہ امیر المؤمنین یزیدؒ پر اللہ رحمتیں نازل فرمائے۔

اکثر واقعات کربلا کے من گھڑت ہونے کا اقرار تو اب شیعہ مؤلفین بھی کرنے پر مجبور ہیں۔

ماتم حسینؓ کے من گھڑت قصے

حادثہ کربلا کے سلسلے میں خود ایک شیعہ مؤلف جنہوں نے فریقین کی صدہا کتب کی مندرجہ روایتوں کی چھان بین کر کے کتاب "مجاہد اعظم" مرتب کی ہے فرماتے ہیں[176]

"صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں، واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی ... رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور

جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا ..... اکثر واقعات مثلاً اہلبیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا، فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا جناب زینب کے صاحبزادوں کا نو اور دس برس کی عمر میں شہادت پانا فاطمہ کبریٰ کا عقد روز عاشورا قاسم بن حسنؓ کے ساتھ ہونا ..... شمر کا سینۂ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا، نعش مطہر کا لگد کوب سم اسپاں کیا جانا، سراوقات اہل بیت کی غارتگری اور نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا، شمر کا سکینہ بنت حسینؓ کے منہ پر طمانچہ مارنا، سکینہ کی عمر تین سال کی ہونا ..... سکینہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا ..... وغیرہ وغیرہ، نہایت مشہور اور زبان زد خواص و عام ہیں، حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ ذاکرین نے صرف رونے رلانے کو مدنظر رکھ کر واقعات کی صحت و غیر صحت کو پس پشت ڈال دیا، اور جو واقعہ ہاتھ آیا بے سمجھے سوچے سادگی یا رنگ آمیزی سے بیان کرنا شروع کر دیا۔ عوام کو جانے دو، جو لوگ اہل علم کے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں وہ بھی اسی لکیر کو پیٹتے رہے۔ اب رہے شاعر تو ان کا اصول ہی یہ ٹھہرا کہ جو بات عام طور پر مشہور ہو خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اس کو نظم کر دیں۔ اس کے علاوہ جدت طرازی لازمۂ شاعری ہے ..... اکثر نے بکا اور ابکاء (رونے رلانے) کے سوا کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہ رکھا۔"

ان ہی من گھڑت قصوں میں سکینہ بنت حسینؓ کے جن کو حادثہ کربلا کے وقت کمسن بتایا جاتا ہے، دمشق کے قید خانے میں وفات پانے کی کذب بیانی ہے، یہی شیعہ مؤلف پس ماندگان قافلہ حسینی کے سال بھر تک دمشق کے قید خانہ میں

رہنے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں (مجاہد اعظم صہ۲۹۱)

اس سے بھی زیادہ مشہور مگر سراسر کذب وافتراء زادہ روایت ہے جس میں درد انگیز پیرایہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب سکینہ نے زندانِ شام میں رحلت کی حالانکہ تمام مؤرخین وعلمائے انساب کا اتفاق ہے کہ آپ عرصہ دراز تک زندہ رہیں اور واقعہ کربلا سے ۵۷ برس کے بعد ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا عقد واقعہ کربلا سے پہلے عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب) کے ساتھ ہو چکا تھا، جیسا کہ ناسخ التواریخ، محسن الابرار، ارشاد شیخ مفید، بحار الانوار، اغانی، کشف الغمہ، سیر الائمہ، عمدۃ الطالب، اعلام الوریٰ، قمقام ذخار، مراۃ الجنان، اسعاف الراغبین، جنات الاعیان، تاریخ کامل وغیرہم میں صاف درج ہے۔"

بی بی سکینہ مادری رشتہ سے امیر یزید کی قریبی عزیزہ یعنی ان کی ایک خالہ کی بیٹی تھیں، کیونکہ سکینہ کی والدہ رباب اور امیر یزید کی والدہ میسون نیز سکینہ کے دوسرے محبوب شوہر مصعب بن الزبیرؓ کی والدہ اور حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہ یہ سب خواتین اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی ایک ایک زوجہ تین حقیقی بھائیوں علیم وزہیر وعدی پسران جناب بن ہبل کلبی کی بیٹیاں تھیں پھر جیسا کہ شیعی مصنفین نے بھی صراحتاً بیان کیا ہے، سکینہ اپنے والد حضرت حسینؓ کے سامنے ہی نہ صرف سنِ بلوغ کو پہنچ گئی تھیں بلکہ شادی بھی ان کی اپنے ابنِ عم عبداللہ بن حسنؓ سے ہو چکی تھی، حادثہ کربلا کے ۵۷ برس بعد تک زندہ رہیں، اپنے زمانہ کی بڑی بذلہ سنج طرحدار خاتون تھیں، ان کے بالوں کا فیشن بڑا پسندیدہ ہونے سے "طرۂ سکینہ" مشہور ہو گیا تھا۔ مؤرخین نے ان کے متعدد نکاحوں کا تذکرہ کیا ہے، جو ان کے شوہروں کے یکے بعد دیگرے

مرجانے سے ہوتے رہے تین نکاح تو ان کے خاندان بنی امیہ میں ہوئے تھے۔ ان حالات اور واقعات کے باوجود "ماتم حسینؑ" کے نوحوں اور مرثیوں میں ان کی عمر تین یا پانچ برس کی بتا کر یہ گھناؤنا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ دمشق کے قید خانہ میں حضرت حسینؓ کی اس چہیتی کم سن دختر نے طرح طرح کی تکالیف سے تڑپ تڑپ کر جان دی تھی، ان اکاذیب کی طرح وضعی داستان کربلا کے دوسرے من گھڑت قصوں کا بیان ہونا جن کا ذکر شیعہ مؤرخ کے مندرجہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔ کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ "ماتم حسینؑ" کی ایجاد حادثہ کربلا کے تین سو دس برس بعد ایک ایرانی نژاد شیعہ وزیر کے حکم سے محض سیاسی مقصد سے کی گئی تھی، حضرت حسینؓ کی یہ صاحبزادی سکینہ امیر یزید اور ان کے اہل خاندان کے لئے کوئی اجنبی خاتون تو نہ تھیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے صراحتاً بیان کیا ہے۔ (البدایہ ج صہ۱۵۱) کہ حضرت حسینؓ حضرت معاویہؓ کے پاس ہر سال دمشق جاتے، مہمان عزیز کی طرح رہتے اور گرانبہا عطیات سے نوازے جاتے اپنی رفیقۂ حیات سیدہ آمنہ کو جو حضرت معاویہؓ کی حقیقی بھانجی تھیں مع ان کے لختِ جگر علی اکبر کے ان کے محترم ماموں سے ملانے بھی کبھی کبھی ساتھ لے جاتے اسی طرح سکینہ بھی محترم خالو کے یہاں بچپن سے آتی جاتی رہیں ان کے اور دوسرے پس ماندگان قافلہ حسینی کے دمشق پہنچنے اور حادثہ کربلا کے المناک واقعات سننے پر امیر یزیدؒ اور ان کے اہل بیت کا حزن وملال اسی تعلق اور اسی بنا پر تو تھا کہ ان کے اتنے قریبی عزیز ورشتہ داروں کی عزیز جانیں اس حادثہ میں کوفیوں کی غداری سے ضائع ہوئی تھیں، شیعہ مؤلفین نے بھی بیت یزید میں سکینہ اور دوسری خواتین قافلہ حسینی کے داخل ہونے پر کہرام مچنے کا ذکر کیا ہے، اگرچہ صحیح پیرایہ میں نہیں، صاحب خلاصۃ المصائب لکھتے ہیں کہ جب امیر یزیدؒ

کے پاس پس ماندگان قافلہ حسینی پہنچے ان کو دیکھ کر امیر موصوف پر گریہ طاری ہوگیا

كان بيده منديل فجعل يمسح دموعه فامرهم ان يحولن الى هند بنت عامر فادخلن عندها فسمع عن داخل القصر بكاءً وقد اءً وعويلا (ص ۲۹۳)

(امیر یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے، پھر انہوں نے کہا کہ ان بیبیوں کو میرے گھر میں ہند بنت عامر(۱) کے پاس پہنچا دو جب یہ سب اس کے پاس پہنچائی گئیں تو گھر میں داخل ہوتے ہی صدائے گریہ و زاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

شیعہ مؤلفین نے زوجہ امیر یزیدؒ ام محمد بنت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے نام کے بجائے ہند بنت عامر نام عمداً" غلط لکھا ہے، کیونکہ ام محمد زوجہ امیر یزیدؒ تو حضرت حسینؓ کے بہنوئی اور تایا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی تھیں اپنے چچا حضرت حسینؓ کے الم انگیز واقعہ پر ان اپنی پھوپی زینب اور اپنی چچیری بہن سکینہ اور دوسری عزیز بیبیوں کے گلے مل کر آہ وزاری کرنا پھر ان کی تسلی، دلجوئی و دلداری کے لئے ہر طرح کی خاطر مدارات کرنا باعتبار قرابت قریبہ اور خونی رشتے کے ایک لازمی و قدرتی سی بات تھی، مرزا دبیر نے اپنے مرثئے میں جس کے چند بند پہلے درج ہو چکے ہیں امیر یزید کی اہلیہ سیدہ ام محمد کا اپنی پھوپی زینب اور بہن سکینہ کی دلجوئی و خاطر مدارات کے واقعہ کے بیان کے ساتھ" ماتم حسینؓ کے مقصد سے ان کے نام کا اخفا کرتے ہوئے پہلے تو یہ کہا ہے ؎

پہنچی جو بجواس وہاں ہند بے وفا ۔۔۔ بیبیوں کے آگے کشتیاں کھوائیں جابجا
بچوں کے واسطے طبق میوہ خود رکھا ۔۔۔ شہ کے سر کے بچے بھی اور آل مصطفےٰ

زینب وفور شرم سے یوں مضطر بتھرا گئی!
آواز استخواں سے لرزنے کی آ گئی

پھر دلجوئی و خاطر و مدارات کے ذکر کے بعد سیدہ ام محمد زوجہ امیر یزیدؒ پر جو خونی رشتہ سے بی بی سکینہ کی چچیری بہن تھیں یہ حد درجہ گھناؤنا جھوٹ "ماتم حسینؓ" ہی کے سیاسی مقصد سے بولا ہے۔ فرماتے ہیں۔

پھر بیچ میں بٹھا کے سکینہ کو ننگے سر ۔۔۔ اور بے پدر کی گود میں رکھا سر پدر
پھر ماتم حسینؓ کیا سب نے یک دگر ۔۔۔ تربت سے نکلے بال نبی اپنے کھول کر
ماتم کیا حسینؓ کا اس زور و شور سے
زہرا نے ہاتھ چوم لئے آ کے گور سے

قطع نظر اس دیو مالائی خرافات کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ ماجدہ حسنینؓ کے اپنے مرقدوں سے باہر نکل کر اور مدینہ منورہ سے چل کر دمشق میں زور و شور سے" ماتم حسینؓ" کرنے کی احمقانہ و مشرکانہ جدت طرازی کی گئی ہے، امیر یزیدؒ جیسے حلیم و کریم حکمراں کے مکان مسکونہ کے اندر ان کی خالہ کی بیٹی بی بی سکینہ کے ساتھ اور وہ بھی خود ان کی اپنی چچیری بہن ام محمد زوجہ امیر یزید کے ہاتھوں اس بے اصل اور من گھڑت وحشیانہ برتاؤ کا ذکر مرثیوں میں کیا جانا ہی بین ثبوت ہے" ماتم حسینؓ" کے سیاسی مقاصد کا اور اس دروغ گوئی کی خاطر ام محمد زوجہ یزیدؒ کے نام کا اخفا کر کے ہند کا نام لیا گیا ہے جو نہ امیر یزیدؒ کی کوئی زوجہ تھی اور نہ حضرت حسینؓ کی مطلقہ بیوی حضرت حسینؓ کے قتل اور سر کاٹنے میں داستان کربلا کے وضعی قصوں میں شمر ذوالجوشن کا نام آتا ہے، جس کو" مجاہد اعظم" کے شیعہ مؤلف نے بھی مندرجہ بالا اقتباس میں من گھڑت قصوں کی فہرست میں شمار کیا ہے، نیز بی بی سکینہ کا نام لے کر جو

مرثیہ میں کہا گیا ہے ۔ ؎

اور بے پدر کی گود میں رکھا سرِ پدر

اس لئے داستانِ کربلا کے اصل مصنف ابو مخنف نے اپنی کتاب "مقتل حسینؓ" میں جس دیو مالائی انداز میں جو بیان کیا ہے اس کا مختصر ذکر اس ثبوت میں پیش کرنا ضروری ہے کہ حضرت حسینؓ کے جسدِ بیجان سے سر جدا کر کے اس کی تشہیر اور دمشق بھیجنے کی روایت محض بے اصل ہے جو "ماتم حسینؓ" کے سیاسی مقصد سے وضع کی گئی ۔

شمر اور مقتل حسینؓ

حضرت ذوالجوشنؓ نبی کریم صلعم کے جلیل القدر صحابی تھے ۔ (البدایہ والنہایہ و الاستیعاب) ان ہی کے خاندان کی خاتون ام البنین حضرت علیؓ کی زوجہ اور ان کے پسران عباس و عثمان و جعفر و عبداللہ کی والدہ تھیں ، ان حضرت ذوالجوشنؓ کا بیٹا شمر اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھا اور چہرے پر تلوار کا زخم کھا کر بھی تیر باری کرتا رہا تھا وہ ام البنین کے رشتہ کا بھائی ہوتے سے حضرت علیؓ کا سالا اور حضرت حسینؓ کا سوتیلا ماموں ہوتا تھا ۔ "مقتل حسینؓ" اور داستانِ کربلا کے اصل مصنف ابو مخنف نے اسی کو قاتل حسینؓ بتایا ہے اب وہ روایت اسی ابو مخنف کی زبانی سنئے جو ، اس کذاب آدمی نے حضرت حسینؓ جیسے بلند حوصلہ و عالی ہمت ہاشمی مرد شجاع کے قتل ہونے اور سر کاٹے جانے کی گھڑ ڈالی ہے ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت حسینؓ زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے اور زمین پر گر گئے تو شبث بن ربعی قتل کرنے اور سر کاٹنے آیا جیسے ہی آپ نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا ، الٹے پیروں بھاگ پڑا اور جا کر کہنے لگا کہ ان کے چہرے میں مجھے رسول صلعم کی شباہت نظر آئی ، شرم دامن گیر ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے ہم شبیہہ کو قتل کروں فاستحییت ان اقتل شبیها لرسول الله (مقتل ابی مخنف ص۹۱)

پھر دوسرا شخص سنان بن انس آیا مگر یہ بھی چہرہ دیکھ کر بھاگ گیا اور ساتھیوں سے جا کر کہنے لگا کہ انہوں نے جب آنکھ کھول کر دیکھا ہے مجھے ان کے والد کی شجاعت و بہادری کی یاد تازہ ہو گئی اس لئے میں قتل نہ کر سکا ، فذهلت عن قتله (ص۹۱)

شمر بن ذی الجوشن کی قساوت و بہیمیت کا بیان اس کے بعد یوں شروع ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم بڑے بزدل ہو لاؤ تلوار مجھے دو ، چاہے مصطفےٰؐ کے ہم شبیہہ ہوں یا علی المرتضیٰؓ کے ! میں انہیں ضرور قتل کروں گا ۔ انی لاقتله سواء شبه المصطفےٰ او علی المرتضیٰ (ص۹۱ ایضاً) وہ گیا اور جا کر کہنے لگا کہ میں تو ان میں سے نہیں ہوں جو آپ کو قتل کرنے سے باز رہے یہ کہہ کر وہ سینے پر چڑھنے لگا تو آپ نے کہا

من انت فلقد ارتقيت مرتقى صعبا طالما قبله النبی (ص۹۱)	اے تو کون ہے ؟ کہ اس بلند مقام پر چڑھتا ہے جو بوسہ گاہ نبیؐ رہا ہے ۔

نام بتایا ! آپ نے پوچھا مجھے جانتا بھی ہے ؟ کہنے لگا :-

انت الحسینؓ و ابوك المرتضیٰؓ و امك الزهراءؓ و جدك المصطفےٰ و جدتك خديجة الكبرىٰ (ص۹۲)	آپ حسینؓ ہیں آپ کے والد مرتضیٰؓ آپ کی والدہ الزہراءؓ آپ کے نانا مصطفےٰؐ اور آپ کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ۔

اس سوال و جواب کے بعد ابو مخنف نے قتل حسینؓ کی یہ وجہ بیان کی ہے ۔

فقال له ويحك اذا عرفتني فلم تقتلني فقال له اطلب بقتلك الجائزة من يزيد فقال له الحسين ايما احب اليك شفاعة جدی رسول الله ام جائزة يزيد فقال ؟ ان من جائزة يزيد احب لی منك و من شفاعة	پس حسینؓ نے اس سے فرمایا افسوس ہے تجھ پر جب مجھے پہچانتا ہے تو قتل کیوں کرتا ہے ؟ (شمر نے) کہا آپ کو قتل کرنے کا انعام یزید سے پاؤں گا (حسینؓ نے) کہا ان دونوں باتوں میں سے تجھے کونسی پسند ہے میرے نانا رسول اللہ کی شفاعت یا یزید کا

حیدك وابیك (ص۹۱)

انعام! اس نے کہا کہ یزید کے انعام کی ایک دمڑی (دانق) مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت آپ کے اور آپ کے نانا اور والد کی شفاعت کے۔

اس کے بعد کہا ہے کہ حضرت حسینؓ کو جب یقین ہو گیا کہ یہ قتل کرنے سے باز نہ رہے گا۔ فرمایا: کہ اچھا تو مجھے قتل ہی کرنا ہے تو ایک جرعہ پانی کا تو پلا دے (اذا کان لا بد من قتلی فاسقنی شربۃ من الماء) مگر اس نے کہا اے تراب کے بیٹے یہ سمجھتے ہو کہ آپ کے والد علیؓ حوض کوثر پر جس کو چاہیں گے پانی پلا دیں گے۔ تو ذرا صبر کیجئے آپ کے والد تو آپ کو اب سیراب ہی کر دیں گے۔ (اصبر قلیلا حتی یسقیك ابوك) یہ سن کر ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ نے شمر سے کہا ذرا اپنا نقاب تو الٹ دے میں تیرا چہرہ تو دیکھ لوں اس نے جیسے ہی نقاب الٹا تو آپ نے دیکھا وہ مبروص (کوڑھی) بھی تھا اور کانا بھی، منہ اس کا کتے کی تھوتھنی جیسا اور بال سور کے سے، اس پر آپ نے کہا کہ سچ فرمایا تھا، میرے نانا نے میرے والد سے کہ:۔

یقتل ولدك ھذا ابرص اعور لہ بوز کبوز الکلب وشعر کشعر الخنزیر (ص۹۲ ایضاً)

تمہارے اس بیٹے کو قتل کرے گا ایک کوڑھیا، کانا جس کی تھوتھنی کتے جیسی اور بال اس کے سور کے بالوں کی طرح

اس پر راوی نے شمر کے منہ سے رسول اللہ صلعم کی جناب میں جو گستاخانہ کلمات کہلوائے ہیں زبان قلم سے ادا نہیں کئے جا سکتے۔ ابو مخنف نے کہ وہی تنہا راوی اس حادثہ کا ہے یہ مکذوبہ روایت ان الفاظ پر ختم کر دی ہے۔

وکلما قطع منہ عضواً نادی الحسین واجداہ واعلیاہ واحسناہ واجعفراہ

جیسے جیسے اس نے آپ کے عضو کاٹے حسینؓ چلانے لگے ہائے محمدؐ، وائے علیؓ، ہائے حسنؓ، وائے جعفر،

واحمزتاہ، واعقیلاہ واعباساہ واقتیلاہ واقلۃ ناصراہ واغربتاہ فاحتز راسہ وعلاہ علی قناۃ طویلۃ فکبر العسکر ثلاث تکبیرات وتزلزلت الارض واظلم الشرق والغرب واخذت الناس الرجفۃ والصواعق وامطرت السماء دما ونادی منادٍ من السماء قتل واللہ الامام بن الامام اخو الامام ابو الائمۃ الحسین ابن علی بن ابی طالب لم تمطر السماء دماً الا ذلك الیوم۔

(ص۹۳ ایضاً)

وائے حمزہؓ، ہائے عقیلؓ، وائے عباسؓ ہائے مددگاروں کی قلت، وائے غریب الوطنی پس اس نے سر کاٹا اور لمبے نیزے پر چڑھایا تو لشکر نے تین تکبیریں کہیں زمین میں زلزلہ آگیا مشرق و مغرب میں اندھیرا چھا گیا، گرج اور زلزلے کے جھٹکے لگنے لگے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا اور منادی نے آسمان پر سے چلا کر کہا، قتل ہو گئے واللہ امام بیٹے امام کے بھائی امام کے اور اماموں کے باپ حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب، سوائے اس دن کے آسمان سے پھر خون نہیں برسا۔

یہ ہے وہ اصل راوی اور اس کی مکذوبہ روایت جس کے بعض فقرے حذف کر کے اور بعض کلمات کو بتغیر الفاظ درست کر کے "قال ابو مخنف" کی تکرار کے ساتھ طبری اور دوسرے مورخین نے نقل کر دیا، طبری نے شمر کے بجائے سنان ابن انس کا نام لیا ہے کہ اس نے قتل کیا اور سر جدا کیا (ج ۶ ص ۲۶۰) اور اسی طبری سے علامہ ابن کثیر نے نقل کر دیا ہے (ج ۸ ص ۱۸۸ البدایہ)

مگر اصل راوی کے ان بیانات کے بارے میں کہ قتل حسین سے زمین تھرا لٹی آسمان کانپنے لگے، پہاڑ جگہ سے ہٹ گئے، دریا ابل پڑے، آسمان سے تازہ خون برسنے لگا جن اور جنوں کی عورتیں نوحے کہتی پھرتی تھیں، فرشتوں

کی فوج اس لئے گرانزر ہی تھی کہ حسینؓ قتل ہو گئے اس لئے وہ بحکم خدا آپ کی قبر پر تا دامانِ قیامت گریہ و بکا میں مصروف رہیں گے، علامہ ابن کثیر ان باتوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہ سب کذب محض ہے، ان موضوع روایتوں میں کوئی بات بھی صحیح نہیں، فرماتے ہیں کہ :-

وللشيعة والرافضة في صفة مصرع الحسين كذب كثير واخبار باطلة وفيما ذكرنا كفاية وفي بعض اوردناه نظر ولولا ان ابن جرير وغيره من الحفاظ والائمة ذكره ما سقته واكثره من رواية ابي مخنف لوط بن يحيى وقد كان شيعية وهو ضعيف الحديث عند الائمة و لكنه اخباري حافظ عنده من هذه الاشياء ما ليس عند غيره ولهذا يترامى كثير المصنفين في هذا الشان (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

حضرت حسینؓ کے پچھاڑ دیئے جانے کے بارے میں شیعہ اور رافضیوں میں بہت کچھ جھوٹ اور باطل اخبار ہیں ہم نے جن کا تذکرہ کیا ہے وہ کافی ہے اور جتنا ہم نے لکھا ہے اس کا بعض حصہ محل نظر ہے اگر ابن جریر طبری اور دوسرے ائمہ و حفاظ نے وہ روایتیں نہ لی ہوتیں تو ہم بھی ترک کر دیتے ان میں اکثر تو ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی اور وہ شیعہ تھا اور ائمہ فن کے نزدیک ضعیف راوی ہے لیکن اخباری ہے (تاریخی احوال جانتا تھا) اس کے پاس ایسی باتیں مروی ہیں جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتیں لہذا اکثر مصنفین ان باتوں کے لئے اسی کی طرف لپکتے ہیں۔

مگر اسی کے ساتھ سر کٹنے اور خلیفہ کے پاس بھیجے جانے کی جھوٹی روایتیں بھی درج کرتے ہیں، اور یہ بھی فرماتے ہیں، ومن الناس من انكر ذلك (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۴) یعنی ایسے بھی لوگ (اہل تاریخ و اہل سیر ہیں) جو اس سے انکار کرتے ہیں

حضرت حسینؓ کا سر کاٹ کر گشت کرانے کے من گھڑت قصے کی تکذیب تو صرف اسی ایک بات سے ہو جاتی ہے جو اس ایک سر کا کئی کئی جگہ یعنی عراق و شام و حجاز اور مصر کے مختلف مقامات پر دفن ہونا بیان کیا جاتا ہے پھر حضرت حسینؓ ہی کے پوتے کا یہ قول بھی ناسخ التواریخ کے شیعہ مولف نے نقل کیا ہے (صفحہ ۲۷) کہ سر حسینؓ ان کے جسم کے ساتھ پیوستہ رہا اور جسم سر کے ساتھ اسی کی تائید مزید ملا باقر مجلسی نے بھی دیو مالائی طرز عبارت سے کی ہے، فرماتے ہیں (جلاء العیون صفحہ ۴۰۵) حضرت رسول خدا سر گرامی را با خود برد ... در آں شکے نیست کہ آں سر و بدن باشرف اماکن منتقل گردید و در عالم قدس بیک بگیر ملحق شد ہر چند کیفیت آں معلوم نہ شد۔

حضرت رسول خدا صلعم اس سر گرامی کو اپنے ساتھ ہی لے گئے پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ سر اور بدن دونوں اشرف اماکن کو منتقل ہوئے اور عالم قدس میں ایک دوسرے سے ملحق ہو گئے ہر چند کہ اسکی کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں سر حسینؓ کے امیر یزیدؒ کے سامنے لائے جانے کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"مجہول سندوں سے جو یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت حسینؓ کا یہ سر یزیدؒ کے سامنے لایا گیا اور یہ وہی ہے جس نے دانتوں پر چھڑی لگائی، اول تو یہ بات قطعاً ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ روایت ہی میں وہ بات موجود ہے جو اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہے یعنی یہ کہ جن صحابہ کی موجودگی چھڑی مارتے وقت بتائی جاتی ہے وہ صحابہ تو ملک شام میں اس وقت تھے نہیں بلکہ عراق میں تھے۔"

یہ سب طبعزاد باتیں یعنی سر کاٹ کر گشت کرانے اور لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنے کی افترائے محض ہیں جو "ماتم حسینؓ" میں ہیجانی کیفیت پیدا کرنے کے لئے گھڑی گئیں، بے لاگ تحقیق اور ریسرچ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ لاش کو روندوانے میں فاتح ایران اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے فرزند عمر بن سعد کا جو نام لیا جاتا ہے اور سر کاٹنے کی دیومالائی طرز کی حکایتوں میں جو حضرت حسینؓ کے رشتے کے ماموں شمر ذوالجوشن کو متہم کیا جاتا ہے، اس کی کچھ بھی اصلیت نہیں، حضرت حسینؓ کے قاتل تو یہی سا ٹھ کوفی تھے جو آپ کو لینے کے لئے مکہ گئے تھے اور ساتھ آ رہے تھے حضرت حسینؓ کو اثنائے راہ اپنے ایجنٹ مسلم بن عقیلؓ کے بغاوت کرانے کے جرم میں مارے جانے کی جب اطلاع ملی تو آپ نے حصولِ خلافت کے لئے کوفے جانے کا ارادہ ترک کر دیا کوفے کے راستے سے دمشق کے کاروانی راستے پر پلٹ گئے، تاکہ خلیفہ وقت امیر المؤمنین یزیدؒ کے پاس چلے جائیں جن سے آپ کی قرابت قریبہ بھی تھی۔ عمدۃ الطالب کے شیعہ مورخ نے بھی یہی بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وعدل نحو الشام قاصدا الی یزید بن معاویہؓ (ص۱۷۹) یعنی یزید بن معاویہؓ کے پاس جانے کے لئے (کوفے کے راستے سے) ملک شام کے راستے کی طرف پلٹ گئے۔ ان کے ہمراہی سا ٹھ کوفیوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے، یعنی کوئی بھی اگر آپ کے ساتھ دمشق جاتے ہیں تو خروج پہ آمادہ کرنے کی سزا سے نہ بچ سکیں گے، نہیں جاتے تو گورنر کوفہ زندہ نہ چھوڑے گا، ان خبیثوں نے دمشق جانے سے ہر طرح روکا آخر میں ہنگامہ بپا کر کے حضرت حسینؓ اور ان کے بعض عزیزوں پہ قاتلانہ حملہ کر دیا۔ فوج دینے کے سپاہیوں نے جو

بسر کردگی عمر بن سعد و شمر ذوالجوشن حفاظت کے لئے ساتھ آ رہے تھے جھپٹ کر ان غدار کوفیوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ بات بلا ثبوت اٹکل پچو نہیں ہے کتب تاریخ میں صراحتاً بیان ہے کہ یہ سا ٹھ کوفی حضرت حسینؓ کو کوفے لانے کے لئے مکہ گئے تھے اور آپ کے ہمراہ آ رہے تھے، مسلم بن عقیل کے قتل اور کوفیوں کی غداری کی خبر سن کر حضرت حسینؓ کا قصد واپسی کا کتب تاریخ میں مذکور ہے جس سے یہ بات بھی بیّن طور سے ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ کا کوفے جانا کسی ایسی دینی و مذہبی خدمت کے لئے نہ تھا جس سے روگردانی نہ ہو سکے بلکہ کوفیوں کے نصرت اور مدد کے وعدوں پر حصول خلافت کے لئے تھا، اب جو کوفیوں کی غداری کا حال معلوم ہوا آپ نے طلب خلافت کا خیال ترک کر دیا، امیر یزیدؒ کے پاس بارادۂ بیعت جانے کے لئے آمادہ ہو گئے، چنانچہ شیعوں کے بڑے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ متوفی ۴۳۶ھ نے صراحتاً کہا ہے (کتاب تلخیص الشافی مطبوعہ ایران ص۴۷۱) کہ حضرت حسینؓ نے اور نر عراق سے کہلا بھیجا تھا۔ او ان اضع یدی علی ید یزید فھو ابن عمی لیری فی رایہ (یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جب کہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کر لیں گے) اور گورنر صوبہ ابن زیاد کا آپ کے اس ارادے سے خوش ہونا طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ کوفیوں کی غداری اور حملہ آوری کی مثالیں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت، بعد صلح شب خوں مار کر جنگ جمل کرانا، جنگ صفین کی آگ بھڑکانا، قرب مدائن میں حضرت حسنؓ پر قاتلانہ حملہ کیا یہ واقعات یہ ثابت کرنے کو کافی نہیں کہ ان ہی سا ٹھ کوفیوں نے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا ان اور ان کے بعض اعزہ کو قتل کیا، بخلاف اس کے ابن سعد، ابن زیاد و شمر کے

متعلق یہ ہرگز نہیں بتایا جا سکتا کہ حضرت حسینؓ سے ان میں کسی کو بھی کوئی پرخاش یا کسی قسم کی معمولی سی شکر رنجی کبھی ہوئی ہو، شمر و ابن سعد سے تو جیسا ذکر ہوا ان کی قرابت و رشتہ داری بھی تھی تو جب حضرت حسینؓ کوفے کی راہ سے پلٹ کر دمشق کے راستے امیر یزیدؒ سے بیعت کرنے کو چل پڑے تھے تو ان کو یہ لوگ کیوں قتل کرنے لگے تھے، قتل تو ان ہی لوگوں نے کیا جو ان کے امیر یزیدؒ سے بیعت کرنے اور دمشق جانے میں مانع تھے اور وہ یہی ساٹھ کوفی تھے جن کے مانع آنے اور اجاد سلمیٰ پہاڑوں پر چل کر ڈیرے ڈالنے کے جھانسے دینے کے حالات کتب تاریخ میں صراحتاً مذکور ہیں، یہی کوفی ان کے قاتل تھے اور یہی صحیح واقعہ کربلا ہے، جس کی شہادت روایت و درایت و قرائن سب سے مل رہی ہے، فوجی دستے کے افسر ابن سعد و شمر ذوالجوشن تھے، حضرت حسینؓ کے قاتلین ساٹھ کوفیوں کو ان ہی کے سپاہیوں نے ان ہی کے حکم سے قتل کیا تھا کوفی کذاب مؤرخین نے اس دشمنی میں ان ہی کو قاتل حسینؓ قرار دے کر جھوٹی روایتیں گھڑ ڈالیں اور امیر المؤمنین یزیدؒ کو جنہوں نے حضرت حسینؓ کے پس ماندوں کے ساتھ امید سے زیادہ ہمدردی کی، عزت و احترام اور تحائف کے ساتھ بحفاظت و آرام مدینہ پہنچوایا، ان کو حضرت حسینؓ کے قتل سے خوش ہونیوالا ان کے سر سے گستاخی کرنے والا اور سر کو اپنے دروازہ پر لٹکانے والا مشہور کیا "ماتم حسینؓ" کے مرثیوں اور نوحوں میں یہ من گھڑت اور جھوٹی باتیں اسی سیاسی مقصد سے بیان کی جاتی ہیں، جو اس کے موجد اور بانی کا حزب مخالف کی پرجوش پارٹی خلافت و حکومت وقت کے خلاف بنانے کا تھا۔

حسینی قافلہ کربلا کب اور کیوں پہنچا؟

"ماتم حسینؓ" کے مرثیوں اور وضعی داستانوں میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ فریضہ حج ادا کئے بغیر ایک دن پہلے ہی ۸ ذی الحجہ کو کوفہ کے سفر پر روانہ ہو کر ۲ محرم کو کربلا پہنچے تھے، محض غلط ہے، آپ ۱۰ ذی الحجہ کو روانہ ہوئے ابن کثیر نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو کوفیوں کے پاس پہنچنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے لکھتے ہیں۔

فخرج الحسینؓ متوجھاً الیھم	پس حسینؓ اپنے اہل خاندان اور ساٹھ کوفی
واھل الکوفۃ فی اھل بیتہ وستین	اشخاص کی معیت میں (مکہ سے) اہل کوفہ کے
شخصاً من اھل الکوفۃ صحبۃ و	پاس پہنچ جانے کیلئے روانہ ہوئے ان کی روانگی
ذلک یوم الاثنین فی عشر ذی الحجۃ	ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ تھی (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵)

شیعہ سنی مؤرخین سبھی نے بتایا ہے کہ مکہ سے روانگی کے وقت تنعیم مقام پر آپ نے سرکاری قافلہ کے اونٹوں اور اسباب پر قبضہ کر لیا جو صوبہ یمن کے عامل نے سالانہ محاصل کی ادائیگی کے لئے خلیفہ یزیدؒ کے پاس حسب دستور اس سال بھی بھیجا تھا یمنی قافلہ قمری سال کے آخری مہینے میں اس لئے روانہ ہوتا کہ ایام حج میں مکہ پہنچے تاکہ قافلے والے ادائے حج کی سعادت حاصل کر لیں بعد فراغت حج تنعیم مقام سے گذرتے ہوئے مدینہ حاضر ہوں اور وہاں سے دمشق، یمنی قافلہ تنعیم مقام پر حج سے پہلے نہیں گذر سکتا تھا، حضرت حسینؓ کا مقام تنعیم پر قافلہ کے اونٹوں اور اسباب پر قبضہ کرنا جو بالاتفاق سب ہی مؤرخین نے بیان کیا ہے، حج کے بعد ہی ہوا اور ہو سکتا تھا اس لئے مکہ سے ان کی روانگی کی تاریخ جیسا کہ ابن کثیر کا بیان ہے ۱۰ ذی الحجہ ۶۰ھ ہے، مکہ سے کربلا تک ۳۰ منزلیں آتی ہیں، جن کی مجموعی مسافت آٹھ سو میل ہے جو تیس ہی دن میں طے ہوئی اور ہو سکتی تھی اس لئے حسینی قافلہ کربلا میں ۱۰ محرم کو پہنچا اور پہنچ سکتا تھا ۲ محرم کو کسی طرح نہیں پہنچ سکتا تھا منزلوں اور فاصلوں کا حسب ذیل نقشہ جو مستند کتب بلدان و جغرافیہ وغیرہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کا قوی اور مسکت ثبوت ہے کہ حسینی قافلہ کربلا میں دس محرم ۶۱ھ کو پہنچا تھا۔

نمبر شمار	منزلیں اور فاصلے: منزل	فاصلہ	تاریخ آمد و روانگی قافلہ: آمد	روانگی	راویوں کی بیان کردہ منزلیں	کیفیت
۱	مکہ معظمہ	۔	۔	۱۰ ذی الحجہ ۶۰ھ	۔	
۲	بستان ابن عامر	۲۴ عربی میل	۱۰ ,,	۱۱ ,,	×	
۳	ذاتِ عرق	۲۲ ,,	۱۱ ,,	۱۲ ,,	ذاتِ عرق	
۴	الغمرہ	۲۶ ,,	۱۲	۱۳ ,,	×	
۵	المسلح	۱۸ ,,	۱۳	۱۴ ذی الحجہ ۶۰ھ	×	
۶	افیعیہ	۳۴ ,,	۱۴	۱۵ ,,	×	
۷	العمق	۳۲ ,,	۱۵	۱۶ ,,	×	
۸	سلیلہ	۳۱ ,,	۱۶	۱۷ ,,	×	
۹	معدن بنی سلیم	۲۶ ,,	۱۷	۱۸ ,,	×	
۱۰	زبدہ	۲۴ ,,	۱۸	۱۹ ,,	×	
۱۱	مغیثہ الماوان	۲۴ ,,	۱۹	۲۰ ,,	×	
۱۲	معدن نقرہ	۳۳ ,,	۲۰	۲۱ ,,		
۱۳	الحاجر	۳۴ ,,	۲۱	۲۲ ,,	الحاجر	
۱۴	سمیراء	۳۴ ,,	۲۲	۲۳ ,,	×	
۱۵	توز	۲۰ ,,	۲۳	۲۴ ,,	×	
۱۶	فید	۳۱ ,,	۲۴	۲۵ ,,	×	
۱۷	الاجفر	۳۳ ,,	۲۵	۲۶ ,,	×	
۱۸	الخزیمیہ (زرود)	۲۴ ,,	۲۶	۲۷ ,,	×	پہلے الخزیمیہ کا نام زرود تھا

نمبر شمار	منزل	فاصلہ	آمد	روانگی	راویوں کی بیان کردہ منزلیں	کیفیت
۱۹	ثعلبیہ	۳۳ میل	۲۷	۲۸ ذی الحجہ ۶۰ھ		
۲۰	قبر العبادی	۲۹ ,,	۲۸	۲۹ ,,	×	اس کو بطان بھی کہتے ہیں۔
۲۱	الشقوق	۲۹ ,,	۲۹	یکم محرم ۶۱ھ	×	
۲۲	زبالہ	۲۱ ,,	یکم محرم	۲ ,,	زبالہ	
۲۳	القاع	۲۴ ,,	۲ ,,	۳ ,,	×	
۲۴	عقبہ	۲۴ ,,	۳ ,,	۴ ,,	×	عقبۃ الشیطان کہلاتا تھا، اب نقشوں میں اشیل ہے
۲۵	واقصہ	۲۹ عربی میل	۴ ,,	۵ ,,	شراف	
۲۶	القرعا	۲۴ ,,	۵ ,,	۶ ,,	×	واقصہ سے چند میل کے فاصلے پر شراف ہے
۲۷	المغیثہ	۳۲ ,,	۶ ,,	۷ ,,	×	
۲۸	قرب قادسیہ براہ العذیب [illegible] و البیضہ	۳۴ ,,	۷ ,,	۸ ,,	قادسیہ	
۲۹	ذو حسم		۸ ,,	۹ ,,	×	
۳۰	قصر مقاتل	۵۴	۹ ,,	۱۰ ,,	×	
۳۱	کربلا		۱۰ ,,	۔	×	

کل فاصلہ مکہ سے کربلا تک .... ۸۰۰ عربی میل

کل مدت سفر .... ۳۰ یوم

مندرجہ مذکورہ تصریحات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حسینی قافلہ کا کربلا مقام پر ورود دس محرم ۶۱ھ کو ہوا۔ یہ مقام جیسا عرض ہو چکا ہے دمشق کے کاروانی راستہ پر واقع ہے اس کا محل وقوع ہی خود اس کا بین ثبوت ہے کہ حضرت حسینؓ کوفیوں کی غداری کا حال سن کر اور طلب خلافت کا قصد و عزم ترک کر کے خلیفہ وقت سے بیعت کرنے کے لئے دمشق کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ وضعی روایتوں میں جو کہا گیا ہے کہ آپ کو گھیر کر اس مقام پر ۲ محرم کو لایا گیا تھا کذب و افترا ہے۔ "ماتم حسینؓ" کے مرثیوں اور نوحوں میں پانی بند کرنے کے جھوٹے قصوں کو آب و تاب سے بیان کرنے کی غرض سے یہ دروغ بافیاں کی گئی ہیں۔

پانی بند ہونے کے شرمناک جھوٹ

حسینی قافلہ جب ۱۰ محرم کے دن کربلا پہنچا۔ اس سے ایک دن پہلے بھی نہیں پہنچ سکتا تھا تو پانی بند ہونے یا نہ ہونے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھا، پھر اس مقام پر متعدد چشمے و تالاب تھے۔ یاقوت حموی نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ کربلا کی صحرائی اراضی کی یہ کیفیت تھی کہ:۔

ھی ارض بادیۃ من الریف فیھا	یہ اراضی صحرائی زرخیز زمین ہے جس میں
عدۃ عیون ماء جاریۃ منھا	متعدد چشمے پانی کے ہیں جن میں الصید
الصید والقطقطانہ والرھیمیۃ	والقطقطانہ و رہیمیہ اور چشمہ جمل
وعین جمل و ذوا تھا۔	اور ان کے مثل دوسرے چشمے ہیں۔

(معجم البلدان ج ۶ ص ۱۰)

ان چشموں میں ایک چشمہ عین الصید اسی لئے کہلاتا تھا کہ اس میں مچھلیاں بکثرت تھیں، مچھلیوں کے ساتھ یہاں مکھیوں کی بھی کثرت تھی۔ مؤرخ طبری نے

اس واقعہ کا ذکر کیا ہے (ج ۴ ص ۱۹۹) کہ حضرت خالدؓ سیف اللہ نے مع دستہ فوج جب ایرانی علاقے سے شام جاتے ہوئے کربلا میں پڑاؤ ڈالا تھا۔ ان کے گھوڑوں کو مکھیوں نے اس درجہ ستایا کہ ایک ساتھی نے قطعہ شعر کہہ کر حضرت خالدؓ کو متوجہ کیا کہ یہاں نہ ٹھہریں، علاوہ ازیں یہاں تھوڑی سی زمین کھودنے سے پانی نکل آتا تھا۔ ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤلف نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ نے ایک کدال زمین پر ماری تو صاف پانی نکل آیا۔ "ناگاہ آبے زلال وگوار الجوشید واصحاب آنحضرت نوشیدند و مشکہا پر آب کردند۔" یعنی یکا یک صاف پانی آب زلال وگوارا زور سے نکل پڑا۔ آپ کے ساتھیوں نے نوش کیا اور مشکیں بھی پانی سے بھر لیں (کتاب دوم ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ ایران) پھر شیعہ راویوں نے مصنوعی جنگ کی تیاری کے لئے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے پانی میں نورہ گھولنے اور بدن کے بالوں کا صفایا کرنے کے لئے بدن پر مل کر نہانے کی روایتیں بھی لکھی ہیں باوجود ان روایتوں کے "ماتم حسینؓ" کے مرثیوں میں پانی بند کئے جانے کا رونا بھی رویا جاتا ہے۔ اور عباس برادر حسینؓ کے دریا سے پانی کی مشکیں بھر لانے کی وضعی حکایتیں بھی بیان کی جاتی ہیں، منع آپ کے اس پروپیگنڈے کا جو صدیوں سے طرح طرح ہوتا رہا ہے غیر شیعوں پر بھی یہ اثر پڑا کہ ایام محرم میں شربت بنا بنا کر تقسیم کرتے، نامزد کر کے آرائش کے ساتھ سبیلیں لگاتے۔ اس پر خوب روپیہ صرف کرتے اور اس کو اجر و ثواب کا کام سمجھتے ہیں، حالانکہ جیسا بیان ہوا منع آب اور پانی کی بندش کا تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ایک تو حسینی قافلہ کا ۱۰ محرم سے پہلے اس مقام پر پہنچنا ممکن ہی نہ تھا، دوسرے

یہ کہ حضرت حسینؓ تو اس مقام پر اپنے عزیز قریب یزید بن معاویہؓ خلیفہ وقت سے بیعت کرنے کی غرض سے ان کے پاس جاتے ہوئے ٹھہرے تھے تیسرے یہ کہ اس مقام پر اور اس کے قرب و جوار میں متعدد چشمے پانی کے موجود تھے۔ اہل سنت کو ان حقائق کے جن کی تفصیل بیان ہو چکی ہے پیش نظر نامزد کر کے سبیلیں لگانے سے جو شرعاً ناجائز ہے اجتناب کرنا چاہیئے

تعزیہ داری

تعزیہ کے معنی ہیں صبر کی تلقین جو کسی کے عزیز قریب کے مرنے پر اس کے ورثاء سے کی جاتی ہے اور جیسا کہ علمائے کرام کے فتووں اور احکام شریعت سے واضح ہے کہ کسی کے مرنے پر تین دن کا سوگ اور تین دن تک تعزیہ کرنا جائز ہے جس میں نہ رونا پیٹنا ہے اور نہ چیخنا چلّانا، نہ کپڑے پھاڑنا نہ گریبان چاک کرنا، نہ بال نوچنا، نہ سینہ کوٹنا، نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا، اور نہ اجتماع سے جزع و فزع کرنا، یہ سب باتیں شریعت کی رو سے ناجائز اور حرام ہیں۔ اب یہ سب کچھ معہ شئی زائد جو خرافات ہیں جس تعزیہ میں ہوتا ہے۔ وہ محرم کا تعزیہ ہے جو سوائے ہند و پاکستان کے کسی اور ملک میں نہیں پایا جاتا "مجاہد اعظم" کے شیعہ مولف لکھتے ہیں (صـ۳۳۱ـ۳۳۳) "تعزیہ جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے، یہاں تک کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے، وہاں بھی اس کا رواج نہیں . . . . آخر اس کی ابتدا کب سے ہوئی اور کس نے کی اور کیوں ہوئی؟ افسوس ہے کہ اس سوال کے جواب میں تاریخ خاموش ہے" امیر تیمور کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ اس نے ہندوستان فتح کر کے عشرہ

محرم میں تعزیہ داری شروع کرائی محض غلط ہے، کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ امیر تیمور عشرۂ محرم کے بعد ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوا تھا۔ اور ۶ ربیع الاول ۸۰۱ھ میں دہلی آیا اور ۲۲ ربیع الاول کو یہاں سے کوچ کر کے ۲۹ جمادی الثانی کو سرحد ہند سے باہر چلا گیا۔ "مجاہد اعظم" کے مؤلف مزید لکھتے ہیں کہ "گنبد دار تعزیہ کا رواج غالباً لکھنؤ سے شروع ہوا ہے، بعض سن رسیدہ لوگوں سے سنا گیا ہے کہ آغاز زمانۂ نواب آصف الدولہ بہادر میں اول ایک سبزی فروش نے بانس اور کاغذ کا تعزیہ بنایا تھا، جب وہ سبزی فروش مرگیا تو وہاں میر باقر نے ایک امام باڑہ بنوا دیا اس کے بعد ویسے ہی تعزیوں کا رواج ہوا، رفتہ رفتہ اراکین خاندان سالار جنگ نے گنبد دار تعزیوں کو رواج دیا اور لطافت و زینت روز بروز بڑھتی گئی شدہ شدہ تمام ہندوستان میں اس کا رواج ہو گیا اور شیعوں کے علاوہ سنی بلکہ ہندو بھی اس میں حصہ لینے لگے۔" اور حقیقت بھی یہی ہے کہ نوابان اودھ نے اپنے علاقہ میں بستی بستی جس کسی نے تعزیہ رکھنے اور امام باڑہ بنانے کا وعدہ کیا جس کو ان کے اہل کاروں نے اس کی ترغیب دلائی اسی کو بے دریغ وظیفے جاگیریں و عطیات حسب حالت دیئے گئے، پھر کیا تھا اس شرک زار ہند میں تعزیہ کا رواج خوب پھلا پھولا، نوابان اودھ اور ان کے امرائے سونے کا تعزیہ چاندی کا تعزیہ اور دوسروں نے لکڑی کا تعزیہ، ٹین کا تعزیہ، روئی کا تعزیہ، گھاس کا تعزیہ، کاغذ کا تعزیہ بنایا اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں روپیہ صرف کیا، تعزیہ کے جلوسوں میں میلے ٹھیلوں، تہواروں کا رنگ، ڈھول تاشے کا شور، مرد و عورت کا مخلوط

اژدحام، مجمع دلبر کے گناہوں کا اہتمام، تعزیوں کے آگے گنگا پھری کھیلنے کے اکھاڑے ہوتے ہیں۔ بعض تعزیوں میں شبیہیں رکھی جاتی ہیں" جس پر شیعہ مؤلف "مجاہد اعظم" نے بھی سخت احتجاج کرتے ہوئے اسے حرام بتایا ہے، جنوبی ہند میں جو خرافات ہوتی ہیں اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جس طرح شمالی ہندوستان کے اکثر شہروں میں علم اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح جنوبی ہندوستان کے بعض شہروں خصوصاً "حیدر آباد اور بھوپال وغیرہ میں" نعل صاحب" کی سواری نکالی جاتی ہے شاہانِ دکن میں سے (جو شیعہ تھے) کسی خوش اعتقاد نے اپنی قبر میں رکھوانے کے لئے کربلائے معلّٰی سے خاک پاک منگوائی تھی اتفاقاً اس میں گھوڑے کا ایک بوسیدہ نعل برآمد ہوا۔ اس وقت اس کی نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ یہ سید الشہداءؓ کے گھوڑے کا نعل ہے، لہذا اس کی زیارت ہونے لگی، جلوس کے ساتھ نکالا جانے لگا، رفتہ رفتہ ایک "نعل صاحب" کے بدلے سینکڑوں "نعل صاحب" بن گئے۔ حیدرآباد میں "نعل صاحب" کی سواری کے ساتھ نہایت ہی مزخرف حرکتیں کی جاتی تھیں بالکل ہولی کا سانگ بنایا جاتا تھا کوئی ریچھ، کوئی بندر بنتا، تخت رواں پر نوعمر لڑکے پر کما کا سانگ بنائے طبلہ سارنگی کے ساتھ ہوتے تھے۔" ان خرافات کے ذکر کے بعد بھی مؤلف یہ لکھتے ہیں کہ :-

ایک افسوسناک بات یہ بھی ہے کہ تعزیوں کی زیارت کے بہانے

مرد اور عورتیں راتوں کو جا بجا پڑے پھرتے ہیں، جوان مرد اور عورت ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ بدن سے بدن کندھے سے کندھے رگڑے جاتے ہیں، نامحرموں کی نظر عورتوں پر پڑتی ہے، آپس میں تاک جھانک کا موقع ملتا ہے، خصوصاً "تعزیے کے پاس جہاں روشنی زیادہ ہوتی ہے، آنکھ، ناک اور بدن کی خوبصورتی، بدصورتی اچھی طرح نظر آتی ہے، بعض غیرت دار مرد اپنی عورتوں کو خود ہی ساتھ لئے پھرتے ہیں۔"

ان شیعہ مؤلف کو بھی اعتراف ہے کہ تعزیہ داری ایک لغو، کھیل تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔ جاہل سنی بھی تعزیہ داری میں ایسی ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں جو شرک کو پہنچ جاتی ہیں، کسی نے تعزیہ کے روح و جسم کا یوں نقشہ کھینچا ہے ؎

تعزیوں کی جگمگاہٹ جاہلوں کا مدعا   مشعلوں کی روشنی مہتابیوں کی وہ ضیا
اور وہ یالیتنی کنت معھم[1] کی صدا   وہ شبِ غم جس میں مخفی لطفِ روزِ عید کا
سانگ وہ بہروپیوں کے دنگلوں کی دھوم دھام
ہر قدم پر نعرہ ہائے یا علی و یا امام!
وہ سبیلوں کی نمائش جھنڈیوں کا ٹھاٹھ   کورے کورے مٹکے جن میں سرد شربت قند کا
جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہِ مرداں کا جدا   اور وہ تمثال دلدل رخشِ پیکِ کربلا
بھس اڑانا سر پہ اور رونا زبردستی کا وہ
اور نمونہ مشتے بازارِ جنگ کی ہستی کا وہ

---

[1] بعض شیدائیانِ حسینؓ یہ نعرہ لگاتے ہیں "اے کاش میں آپ کی معیت میں ہوتا۔"

تام کی ہوتی ہے عشرہ میں خیرات کثیر   ہے کہیں روٹی کہیں کھچڑہ کہیں ملتی ہے کھیر
مجلسیں کرتے عزاداری کے ہیں اکثر امیر   بنتے ہیں خوش اعتقادی سے محرم کے فقیر
پہنتے ہیں لوگ اکثر جامہائے سبز رنگ
ہوتی ہے گتکا پھری سے مفت کی مصنوعی جنگ

مجلسوں میں نوحہ خوانوں کی عجب ہوتی ہے دھوم   پاک دامن عورتوں کا دیکھ لو ہر جا ہجوم
وہ محرم کے سپاہی جیسے فوج شام و روم   اس سرے سے اس سرے تک سینہ کوبی بالعموم
اور تماشہ گاہِ عام تعزیہ داروں کے گھر
جلتے ہیں فانوس روتی ہے شمع با چشم تر

بانس کے وہ ڈھانچ جن پر کاغذی ہو پیرہن   تعزیہ کہتے ہیں اس کو سب یہاں کے مرد و زن
جان کر روضہ شہید کربلا کا نیک تن   پوجتے ہیں وہ یہی جن کا لقب ہے بت شکن
اشرف المخلوق اور خیر الامم ہے کیا غضب
مانتے ہیں منتیں اور مانتے ہیں اس کو رب

اور بھی رسمیں بہت سی ہند و پاکستان میں   اعتراض آتا ہے جس سے اور خلل ایمان میں
ہے حدیثوں میں مذمت جن کی اور قرآن میں   جن سے بٹہ لگتا ہے اسلامیوں کی شان میں
ہیں بری بنیاد مذہب کے لئے جو مثل سیل
کلمہ گویوں میں ہوئیں رائج جہالت کے طفیل

تعزیہ داری کو پیشوایان دین و علماء و مفتیان شرع متین نے اپنے فتووں میں اسی بنا پر ناجائز اور حرام بتایا ہے کہ یہ لہو و لعب ہونے کے علاوہ فسق و فجور اور شرک و بدعت سے خالی نہیں اور اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام زندہ مذہب ہے اور زندوں کی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات کے لئے آیا ہے، مردوں پر رونا پیٹنا اس کا

شعار نہیں، تعزیہ اور تابوت کو حضرت حسینؓ کی قبر اور روضہ کی نقل جو بنایا جاتا ہے شیعوں کے ممتاز مجتہد ابن بابویہ کی مشہور کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب النوادر (ص۵۰) میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد درج ہے کہ:-
من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام (یعنی جس کسی نے نئی قبر بنائی یا قبر کی نقل بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) تعزیہ و تابوت بھی قبر کی نقل ہے، حضرت علیؓ کے معتقد تعزیہ داروں کو اس فعل سے تائب ہو کر اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

خلاصۂ کلام

"تاریخی حقائق اور شیعہ سنی مصنفین کے متفقہ بیانات سے بدرجہ یقین ثابت ہے کہ حادثہ کربلا کے تین سو برس بعد تک "ماتم حسینؓ" نہ ان کے ہاشمی و قریشی خاندان میں کبھی منایا گیا اور نہ مکہ و مدینہ اور ملک عرب میں کہیں اس کا وجود تھا۔ اور نہ خود عراق میں "ماتم حسینؓ" اور عید غدیر رسموں کی ایجاد اور ابتداء ایرانی نژاد وزیر سلطنت امیر الامراء معز الدولہ نے ۳۵۲ھ میں اپنی سیاسی مصلحتوں سے بغداد میں کی تھی۔ دیگر مؤرخین کے بیانات کی طرح جو پہلے نقل ہو چکے ہیں "دی رینا سینس آف اسلام" کے مؤلف کا بھی یہی بیان ہے کہ معز الدولہ امیر الامراء نے حکم دیا کہ دسویں محرم کے دن بازار بغداد کے سارے بند ہوں، قصاب بھی اپنی دکانیں بند رکھیں، نان بائی کھانا نہ پکائیں، حوض پانی سے خالی کر دیئے جائیں، گھڑے اور مٹکے اوندھا دیئے جائیں، عورتیں بال بکھیرے، چہرے سیاہ کئے پھٹا بوسیدہ لباس پہنے منہ پیٹتی "ماتم حسینؓ" کرتی بازاروں کا چکر لگائیں، ماتم کی یہ نوعیت

یہ بھی ذہنیت کا ثبوت ہے، عورتوں کے سوا مردوں کے ماتم وسینہ کوبی کا ذکر نہیں اور نہ تابوت وتعزیہ و دُلدل کا، ظاہر ہے کہ محرم کی دوسری مروّجہ رسموں کا بمرورِ زمانہ وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا، ضمناً پہلے ذکر آچکا ہے کہ معزالدولہ فوجی قوت سے عباسی خلافت کے خاتمہ کرنے کا قصد کر رہا تھا۔ اپنے ایک مشیر کے سمجھانے سے یہ اقدام تو نہ کر سکا، لیکن فروغ شیعیت کے متعدد اقدامات سے ایک زبردست حزبِ مخالف کی تنظیم کر دی اس کے اور اس کے جانشینوں کے زمانے میں ظہور مہدی کے بارے میں غیبتِ صغریٰ و غیبتِ کبریٰ کا تعین بھی کیا گیا اور اپنے ائمہ کا نام لے کر کہا گیا کہ وہ ظاہر ہو کر شیعوں کی حکومت قائم کر لیں گے۔ معزالدولہ کے بُویہ خاندان کے اقتدار کا خاتمہ تو ایک صدی میں ہو گیا تھا، لیکن "ماتم حسین"، اور "عید غدیر" وغیرہ رسموں کے ذریعے جس تحریک کی بنیاد اس کے زمانے میں پڑ گئی تھی، ثمر بیا۔ دو صدی بعد مؤیدالدین علقمی آخری وزیر خلیفہ عباسی اور مشہور شیعی فاضل محقق نصیرالدین طوسی وغیرہ نے "تاتاری کفار سے سازش کر کے ساتویں صدی ہجری میں اکثر اسلامی سلطنتوں اور عباسی خلافت کا خاتمہ کرا دیا۔ اہل سنت کی ان اسلامی سلطنتوں کی تباہی اور بعد میں صفوی حکومت کے قائم ہونے کو غالی فرقے نے مہدی و "قائم آل یٰسین کے تصرفات کا نتیجہ بتایا ہے جیسے یوں نظم کیا گیا ہے۔ ؎

بماہِ صفر نکلیں گے مہدی دیں ظہور ان کا ہوگا بصد عز و تمکین
امام زماں قائم آلِ یٰسین جو شیعوں کو دیں گے حکومت کا آئین
مٹائیں گے شوکت وہ عباسیوں کی!
انہی سے حکومت وہ برباد ہوگی!

لگانا ہے اس کا اگر کھوج یارو! پتا ساتویں ہی صدی میں لگاؤ
زوالِ آلِ عباس کا ڈھونڈتے ہو تو چشمِ بصیرت سے ہلاکو کو دیکھو
جو علامہ طوسی اور علقمی کی !
تبہ کن تھی سازش زمانہ میں مخفی
ہلاکو کو بغداد میں کھینچ لائی قیامت اک اسلام و مسلم پہ ڈھائی
ہلا ناگہانی خلافت پہ آئی !! لرز اٹھی صدمہ سے جس سے خدائی
غرض جس کے ذریعے یہ حالت ہوئی ہے
امام اور مہدی و قائم وہی ہے
یہ لکھتے ہیں خود جو مؤرخ ہیں شیعہ کہ مخفی رہا علقمی کا عقیدہ
بس اکیس سال اس نے کر کے تقیہ خلیفہ پہ اپنا جما یا تھا سکہ
محقق مشیر ہلاکو ہوئے جب !
تو سمجھے حدیثِ ائمہ کا مطلب

شیعہ سنّی تنازعہ کی نوعیت اصلاً سیاسی امور سے متعلق رہی ہے حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد کوفیوں میں پھر ہل چل مچی اور حضرت حسینؓ کو حصولِ خلافت پہ آمادہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنے لگے، آخر میں جو خط بھیجا اس کا مضمون ناسخ التواریخ کے شیعہ مؤرخ کے علاوہ ابن کثیر نے بھی یہ لکھا ہے۔

اما بعد - فقد اخضرت الجنان وا ینعت الثمار و لطمت الحمام فاذا شئت فاقدم علی جند لك مجندة والسلام علیك !

اما بعد:۔ باغ و بوستان سرسبز ہو گئے ہیں میوہ و پھل تیار ہیں، زمین میں سبزہ اگ آیا ہے، اب موقع ہے کہ آپ اس فوج و لشکر کی جانب تشریف لے آئیں، جو آپ کی ہر خدمت کیلئے موجود و مستعد ہے۔

خطوط کے علاوہ بہت سے کوفی بھی ان کے پاس آئے، حضرت حسینؓ کو
لب خلافت کا خیال پہلے ہی سے تھا، ہر چند آپ کے عزیزوں خیر خواہوں نے
ا کوفیوں کی تلوّن مزاجی اور غداری کے واقعات سے آگاہ کیا، مگر آپ کو کوفیوں
عید کا پورا یقین ہو گیا تھا، کسی کی بات نہ مانی بالآخر وہی بات پیش آئی جس کا
ن کے چچا حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ان کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ، حضر
لہ بن عمرؓ اور دوسرے صحابہ و مخلصین کو تھا، کوفی غداری نہ کرتے اور آپ کوفہ پہنچ
ں فوج و لشکر کے ساتھ جس کا ذکر مندرجہ بالا خط میں ہے، خلیفۂ وقت کا مقابلہ
ے فتح مند ہو کر اپنی خلافت قائم کر لیتے مگر کوفیوں کی غداری سے معاملہ دگرگوں
یا، یہ آپ کی طینت کی برکت تھی کہ اثنائے راہ میں صورتحال کا صحیح جائزہ لے کر کوف
انے سے پلٹ گئے، طلب خلافت کا خیال ترک کر کے خلیفۂ وقت کی بیعت کرنے کے
جوان کے عزیز قریب بھی تھے، کربلا پہنچے تھے کہ ان کے ساتھی ساٹھ کوفیوں ہی
بغاوت پر آمادہ کرنے کی سزا میں اپنے سر قلم ہوتے دیکھ کر جیسا کہ اوپر بیان ہو
کا ہے، ہنگامہ برپا کر کے ظلماً و غدراً شہید کر دیا، حضرت حسینؓ کے اس المناک واقعہ
بعض مصنفین خصوصاً "مقتل حسینؓ" کے مؤلف ابو مخنف نے جس کو ائمہ رجال نے کذاب
ا ہے، انتہائی غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور انکی شہادت کو تمام شہدائے اسلام سے افضل بنایا
ے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حدید میں جو یہ فرمایا ہے: لا یستوی منکم من انفق ۱۰ الخ یعنی جو لوگ
مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کر چکے اور جانیں دے چکے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہے
قابلہ ان کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا یا جانیں دیں۔" اب جس شخص کا ایمان قرآن پر
وہ البتہ حضرت حسینؓ کو سید الشہداء کہہ سکتا ہے۔ ان کی شہادت قتل فی سبیل اللہ کی نہ تھی جیسا ک
ی کریم صلعم کے سب سے بڑے نواسے حضرت علی بن سیدہ زینب بنت رسولؐ کی تھی کہ وہ دین کی حمایت میں ک
سے لڑ کر شہید ہوئے تھے، قتل فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس شہید کے قاتل اور مقابل کفار ہوں اور

لڑائی دین کی حمایت و نصرت میں ہو، خالص رضائے حق کی نیت سے ہو اور اس راہ میں قدم اٹھانے کے بعد ارادہ اور رائے میں تبدیلی نہ ہو، واپسی کے لئے پیچھے قدم نہ اٹھائے اور نہ مقابل سے واپسی کے لئے شرطیں کرے، اب عدل و دیانت سے ٹھوس تاریخی واقعات کو عقل و امانت سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ کا اقدام نہ کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تھا، نہ نصرت اسلام کے لئے نہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھا، کوفیوں کے فریب میں آ کر محض طلب خلافت کے لئے تھا، جو لوگ ان کی شہادت کو جو کوفی بدمعاشوں کی غداری سے ہوئی قتل فی سبیل اللہ کہتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ حضرت حسینؓ کو جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی کرنے والا اور مفروضہ دشمنانِ دین سے واپسی کی اجازت مانگنے والا ظاہر کر کے ان کی حمیت دینی پر کیا الزام عائد کرنے کے درپے ہیں۔ ان کی شہادت من قتل دون مظلمۃ سے یعنی کوفیوں کی غداری سے ہوئی تھی، ان کی موت کے ان حالات میں جو جملہ مورخین نے کم و بیش لکھے ہیں، ان کی شہادت کو ذبح عظیم کہنا قرآن مجید کی تحریف ہے، عقیدت کے اندھے جوش میں اور شدت مبالغہ اور شاعرانہ جدت طرازی سے ایک غالی شیعہ معین الدین کاشانی کی اس مہمل رباعی کو بہت اچھالا جاتا ہے یعنی ؎

شاہ است حسینؓ و بادشاہ است حسین　　　دین است حسینؓ و دین پناہ است حسین
سر داد و نداد دست در دستِ یزید　　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

اس رباعی کے مہمل ہونے کی پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نہ کہیں کے بادشاہ تھے نہ شہنشاہ حکومت کی خواہش ضرور کی مگر ناکام رہے، کسی نبی کی شخصیت بھی دین نہیں ہوتی، وہ دین لانے والا ہوتا ہے نہ دین پناہ، خلیفۂ وقت و امام کی بیعت میں داخل ہونا از روئے شریعت ہر مسلمان پر واجب تھا اور آپ بھی بیعت کرنے ہی کی غرض سے براہِ کربلا دمشق جا رہے تھے چوتھا مصرع انتہائی لغو اور حضرت حسینؓ کی محترم شخصیت پر اتہام ہے یعنی اس احمق شاعر نے ان کو لا الہ کی بنا یعنی انکار خدا کی بنا بنایا ہے۔ لا الہ کے ساتھ الا اللہ نہ کہنے سے منکر

خدا ہونے کا اتہام معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کس حماقت و بیہودگی سے عائد کر رہا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے کی بنیاد تو خود نبی کریم صلعم کی ذات مبارک ہے آپ ہی کی ۲۳ سالہ تبلیغ سے دین اسلام پھیلا یا پھر آپ کے والذین معہم ۳۱۳ بدری صحابہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد ہیں جن کے بارے میں آپ نے سر بسجود ہوکر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ اگر یہ ۳۱۳ بندے فنا ہوگئے تو یا اللہ پھر روئے زمین پر تیری پرستش کبھی نہ ہوگی، یہ درخواست آپ کی قبول ہوئی، بت پرستوں کو شکست ہوکر وحدانیت کا ڈنکا بجا، اس وقت تو حضرت حسینؓ کا اس عالم میں وجود تو درکنار ان کے والدین کی شادی تک بھی نہیں ہوئی تھی یا پھر بعد وفات نبویؐ فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کرکے دین وحدانیت کی جڑیں مضبوط کرنے والے افضل البشر بعد الانبیاءؑ بالتحقیق حضرت ابوبکر الصدیقؓ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد کہے جا سکتے ہیں یا حضرت عثمان ذی النورینؓ جنہوں نے قرآن مجید کو ایک قرأت پر محفوظ کرکے دین کو تحریف سے بچالیا، اس مہمل رباعی کو مماثلت اسمی سے شاہ معین الدین چشتیؒ اجمیریؒ سے منسوب کرنا اور بھی لغو ہے اول تو شاہ موصوف کو شعر و شاعری سے کبھی واسطہ نہ تھا جو دیوان ان سے منسوب ہے مقالات شیرانی میں غایت تحقیق سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ غلط منسوب ہے، حضرت حسینؓ کے بارے میں جوش عقیدت میں اس درجہ غلو آپ کی اور آپ کی نسل کے ان اشخاص کی سیاسی ناکامیوں کی پردہ پوشی ہی کے لئے ہے جنہوں نے حصول خلافت کے لئے کئی صدیوں تک خروج کئے تھے اور تقدیر الٰہی سے ناکام رہے تھے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اسی بات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے

"در عنایت ازلی مقرر بود کہ ہیچگاہ حضرت مرتضیٰ و اولاد او تا دامان قیامت منصور نشوند ہیچگاہ خلافت ایشاں علی وجہہا صورت نہ گیرد۔"

محمود احمد عباسی ۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء

(رشید الیکٹرک پرنٹنگ پریس ملتان)